



**SCAN TO JOIN & FOLLOW US
(WhatsApp Channel)**



حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
آپ (رضی اللہ عنہ) اک عظیم شخصیت کے حامل
تھے۔ اللہ کے نبی کی دنیا سے رخصتی کے بعد پہلے
خلیفہ بنائے گئے۔

آپ سب سے افضل صحابی تھے۔
اللہ کے نبی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
کو اپنا رازدار اور ساتھی بنایا اور آپ صل اللہ علیہ



والہ وسلم سب سے زیادہ محبت آپ رضی اللہ عنہ سے کرتے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام اور نسب:
آپ کا نام عبداللہ بن ابی قحافہ بن عامر بن عمر تھا۔ آپ کا نسب چھٹی پشت میں اللہ کے نبی صل اللہ علیہ والہ وسلم کے نسب سے ملتا ہے۔

°آپ کے والدین: آپ کے والد کا نام عثمان تھا اور کنیت قحافہ تھی۔ انکی والدہ کا نام سلمیٰ بنت صخر تھا اور کنیت أم الخير تھی۔

ولادت: عام الفیل (یعنی ہاتھیوں کے سال) کے تیسرے سال آپکی مکہ میں پیدائش ہوئی۔ آپ اللہ کے نبی صل اللہ علیہ والہ وسلم سے تقریباً اڑھائی سال چھوٹے تھے۔



گُنیت: آپ کی کنیت ابوبکر تھی۔ بکر کے معنی ہیں ”جوان اونٹ کا بچہ“۔ جوان اونٹ کے ساتھ زیادہ رہنے کی وجہ سے آپ کا یہ نام پڑ گیا۔

((کنیت : پہلے بچے کے ساتھ خود کو نسبت کروانا یا جس کے ساتھ انسان زیادہ رہتا تھا اس کے نام پر نام رکھتا تھا -))

لقب: آپ کے چار لقب تھے۔

(۱) عتیق: انکا نسب بہت صاف اور عالی تھا اس لیے انکا لقب عتیق پڑا۔

(۲) صدیق: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سچائی کو مانا اور ہر بات کو سچ کہا اس لیے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آپکو یہ لقب دیا۔

(۳) الصاحب: سورہ توبہ آیت (۴۰) میں اللہ نے آپکو صاحب (ساتھی) کے نام سے بلایا۔



٤) خلیفۃ الرسول: اللہ کے نبی صل اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد آپ نے حکومت سنبھالی اس لیے آپکو خلیفۃ الرسول کہا جاتا ہے۔

آپ کا حلیہ (صورت) :

آپ گورے اور بہت خو بصورت تھے۔ آپ کا حلیہ اللہ کے نبی سے ملتا جلتا تھا۔ آپ کے جسم کی بناوٹ بہت اچھی تھی نہ بہت زیادہ موٹے تھے نہ دبلے۔

آپ کی بیویاں اور بچے:

آپ کی ٤ (4) بیویاں اور ٦ (6) بچے تھے (٣ بیٹے اور ٣ بیٹیاں)۔



(۱) قتیلہ بنت عبدالعزی: ان سے آپ کی دو اولادیں
ہوئیں:

۱: اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۲: عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲) ام رومان بنت عامر: ان سے آپ کی دو اولادیں
ہوئیں:

۱: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۲: عبد الرحمن

(۳) اسماء بنت عمیس: ان سے آپ کا ایک بیٹا ہوا۔
۱: محمد

(۴) حبیبہ بنت جارجہ:
ان سے آپ کی ۱ بیٹی ہوئی:

۱: ام کلثوم



حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دورِ
جاہلیت میں:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کردار
دورِ جاہلیت میں ایسا ہی تھا جیسا اللہ کے نبی (صل
اللہ علیہ والہ وسلم) کا تھا۔ آپ کی خوبیاں:

۱) ملنسار

۲) رشتے نبھانے والے

۳) غریبوں کے مددگار

۴) بیواؤں اور مسکینوں کے مددگار

۵) ظالم کے خلاف کھڑے رہنے والے

۶) مظلوم کی مدد کرنے والے

۷) قریش کے سردار



۸) اللہ کے رسول (صل اللہ علیہ والہ وسلم) کو
بہترین مشورے دینے والے

۹) کبھی شراب نہ پی

۱۰) اللہ کے سوا کسی اور کا سجدہ نہ کیا

۱۱) بہترین تاجر

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
شخصیت:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب
اسلام قبول کیا تو لوگوں نے ان کو پریشان
کرنا شروع کیا تو یہ مکہ چھوڑ کر جانے لگے۔ راستے میں
آپکو ایک شخص ملا ابن اد دوغانہ (کافر) اس نے
پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ
عنہ نے کہا مکہ والے مجھے تکلیف دیتے ہیں میں مکہ
چھوڑ کر جا رہا ہوں۔



اس شخص نے کہا آپ مکہ چھوڑ کر مت جائیے آپ تو بہترین انسان ہیں، آپ غریبوں کے مددگار ہیں۔ اس شخص نے آپ کو پناہ دی۔ اور واپس مکہ لے کر آیا اود قریش سے کہا کہ میں نے ان کو پناہ دی کوئی ان کو تکلیف نہ پہنچائے۔ قریش نے اس شخص سے کہا کہ ان کو کہے کہ ان کو جو عبادت کرنی ہے گھر میں رہ کر کریں ہم انہیں پریشان نہیں کریں گے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے آنگن میں مسجد بنا لی اور وہیں عبادت کرتے اور قرآن پڑھتے۔ جب آپ قرآن کی تلاوت کرتے تو کفار مکہ کی عورتیں اور بچے قرآن سننے کے لیے جمع ہو جاتے۔ قریش نے اس شخص سے شکایت کی تو اس نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپ آنگن میں عبادت مت کیا کریں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے کہا کہ میں آپ کی پناہ واپس کرتا ہوں میری مدد اللہ کرے گا اور وہ اپنے آنگن میں عبادت کرتے رہے۔



[صحیح بخاری: ۲۱۷۸]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دورِ اسلام میں:

(۱) سب سے پہلے مسلمان ہونے والے:
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں
سے ہیں جو سب سے پہلے ایمان لائے اور اللہ کے نبی کی
تصدیق کی۔

(۲) توحید پرست:
آپ کے والد اپکو بتوں کی عبادت کے لیے لے
گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بت کے
سامنے کھانا رکھا اور کھا کے کھا کر دکھا، وہ نہ کھا
سکا۔ پھر کھا یہ کپڑے ہیں پہن کر دکھا وہ ایسا بھی
نہ کر سکا۔ تو آپ نے پتھر مار کر اس بت کو گرا دیا
اور اپنے والد سے کہا کہ یہ اپنا بچاؤ نہ کر سکا تو
ہمیں کیسے بچائے گا۔ آپ نے کبھی کسی اور کا
سجدہ نہ کیا۔



(۳) اسلام کے سب سے پہلے داعی:

کچھ صحابہ نئے مسلمان ہوئے حضرت ابوبکر نے
اللہ کے نبی سے ضد کی کہ ہم کھل کر دعوت دیں گے
اللہ کے نبی نے ایسا کرنے سے منع کیا لیکن وہ نہ مانے
اور حرم میں جا کر توحید کی دعوت دینے لگے۔

کفار مکہ آپ کو مارنے لگے۔ انہوں نے آپ کو اتنا مارا کہ
آپ کا چہرہ سوج گیا اور آپ بے ہوش ہو گئے۔ ان
کے رشتہ دار انکو لے کر گھر آئے۔ ہوش آنے پر انکی
والدہ نے پوچھا ابوبکر کیسے ہو؟ حضرت ابوبکر
بولے میری چھوڑو یہ بتاؤ اللہ کے نبی (صل اللہ علیہ
والہ وسلم) کیسے ہیں؟ اور کہا جب تک اللہ کے نبی
کی خبر نہیں آئے گی نہ ایک لقمہ کھاؤ گا نہ ایک قطرہ
پانی پیوؤں گا جب والدہ خبر لائیں گے آپ (صل اللہ
علیہ والہ وسلم) خیریت سے ہیں تو انہوں نے کہا کہ
مجھے اللہ کے نبی کے پاس لے چلو۔ بڑی مشکلوں کے
ساتھ ان کو اللہ کے نبی کے پاس پہنچایا گیا۔ اللہ کے
نبی نے انکو خوب دعائیں دیں۔



۴) ہجرت کے سفر اور غار میں آپ کے ساتھی تھے:
اللہ کے نبی نے آپ کو دوسرے صحابہ کے ساتھ
ہجرت کرنے کی اجازت نہ دی۔ آپ (رضی اللہ عنہ)
نے پوچھا ساتھ ملے گا؟ آپ (صل اللہ علیہ والہ
وسلم) نے فرمایا: ہاں تجھے میرا ساتھ ملے گا۔

۵) آپ (صل اللہ علیہ والہ وسلم) کی حیات میں 17
نمازیں آپ کی جگہ پڑھانے والے:

جب اللہ کے نبی شدید بیمار ہو گئے اور آپ میں
طاقت نہ رہی کہ مسجد میں جا کر نماز پڑھا سکیں
تو اپنی جگہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو
نماز کی امامت کرنے کے لیے چنا۔



۶) اللہ کے نبی (صل اللہ علیہ والہ وسلم) کے بعد اسلام کے پہلے خلیفہ:

ثقیفہ بنی ساعدہ میں تمام صحابہ کرام نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور اللہ کے نبی (صل اللہ علیہ وسلم) کے بعد ان کو اپنا خلیفہ چنا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بنایا جانا:

اللہ کے نبی (صل اللہ علیہ والہ وسلم) کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد تمام صحابہ ثقیفہ بنی ساعدہ کے مقام پر بیٹھ گئے۔ سب کو فکر تھی کہ ہمارا ذمہ دار کون ہو گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا تو وہ بھی وہاں پہنچے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ جن سے اللہ کے نبی (صل اللہ علیہ والہ وسلم) دین میں ہماری امامت کے لیے راضی تھے کیا ہم انہیں اپنی دنیا کا امام نہیں بنا سکتے!!



حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور تمام صحابہ نے بھی بیعت کی اور انہیں اپنا خلیفہ بنا لیا۔

خلافت کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطبہ:
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو آپ نے ایک خطبہ دیا جس میں انہوں نے ارشاد فرمایا:

میں تم پر امیر بنایا گیا ہوں جبکہ میں تم میں سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھے کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر غلط کوں تو مجھے سدھارنا۔

سُنو سچائی ایک امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔

تم میں سے جو سب سے کمزور ہے میرے نزدیک وہ سب سے بڑا ہے اور جب تک کہ میں اُس کا حق نہ دلا دوں خاموش نہ بیٹھوں گا اور تم میں جو سب سے زیادہ طاقتور ہے وہ میری نظر میں سب سے زیادہ



کمزور ہے جب تک اُس سے حق لے کر کمزور تک نہ پہنچا دوں۔

اے لوگو سُنو! جب کوئی قوم جہاد کو چھوڑ دیتی ہے اللہ اسے رسوا کر دیتا ہے (جہاد: حق کے قائم کی کوشش) اور جب کوئی قوم فحاشی (بے حیائی) کو عام کرتی ہے اُس پر اللہ کا عذاب آتا ہے۔

جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہوں میری اطاعت کرنا، اور جب میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت چھوڑ دوں تو تم میری اطاعت چھوڑ دینا۔

خلافت کے دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کام

دو سال تین مہینے آپ کی خلافت رہی جس میں آپ نے کچھ اہم کام کیے:



۱۔ حضرت اُسامہ بن زید کے لشکر کو مُلکِ شام کی طرف بھیجنا:

اللہ کے نبی کی حیات میں آخری سیریا حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں رومیوں کی طرف بھیجا گیا تھا لیکن اللہ کے نبی کے اس دنیا سے رخصت ہو جانے کی وجہ سے اسے روک دیا گیا۔

اللہ کے نبی کے بعد اسلام دشمنوں نے سازشیں کرنی شروع کر دیں اس لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو رومیوں کی طرف بھیجا تا کہ ان پر رعب ڈالا جا سکے اور مسلمانوں کی طاقت دکھائی جا سکے۔

لشکر کی روانگی کے وقت حضرت اُسامہ بن زید اُونٹ پر سوار تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس اُونٹ کی نکیل پکڑ کر چل رہے تھے حضرت اُسامہ نے کہا آپ خلیفہ ہیں آپ ایسا مت کیجئے تو اُنہوں نے کہا کہ میں چاہتا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کی دھول میرے بھی پیروں کے ساتھ کچھ دھول لگ جائے۔ تم امیر ہو اور تمہارا مقام اونچا ہے۔



صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس لشکر کو بھیجنے سے روکا کہ اب حالات بدل چکے ہیں لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو بھیجا اور کہا کہ اگر درندے میرے جسم کو پھاڑ ڈالیں تب بھی میں اس لشکر کو نہیں روکوں گا کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس لشکر کو بھیجا تھا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر لے کر نکلنے سے سارے دشمنوں کی طاقت کمزور پڑنے لگی اور اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح ملی۔

۲۔ قرآن کو جمع کرنا:

جنگوں کے دور میں حفاظ (حافظ قرآن) شہید کیے جا رہے تھے۔

حضرت عثمان نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ حفاظ شہید ہو رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ قرآن ضائع ہو جائے کیوں نہ آپ اسے جمع کروا کے ایک شکل دے دیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے



کہا کہ اللہ کے نبی نے جب ایسا نہیں کیا تو میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں؟ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ کے بار بار اصرار پر آپ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ قرآن کو جمع کیجئے۔

اللہ کے نبی نے قرآن کو ترتیب اپنی حیات میں دے دی تھی لیکن اُسے الگ الگ جگہوں سے جمع کروا کر اک کتاب کی شکل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں دی گئی۔

۳۔ مرتد (دین سے پھر جانے والے) ہونے والوں سے قتال: اللہ کے نبی کے دنیا سے جانے کے بعد کچھ قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں سمجھایا اور نہ ماننے پر کہا کہ جو زکوٰۃ دینے سے انکار کرے وہ مرتد ہے اُسے قتال کا حکم ہے۔ جیسے نماز کا انکار کرنے والا کافر ہے ویسے ہی زکوٰۃ کا انکار کرنے والا بھی کافر ہے۔ مرتدوں سے قتال کر کے انہیں دین میں واپس لائے۔



حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال:
۲۲ جمادی الثانی ۱۳ ہجری میں ۶۳ برس کی عمر
میں آپ کا انتقال مدینہ میں ہوا۔

بیماری کی حالت میں آپ نے اگلے خلیفہ بنائے جانے کے
لیے خط لکھا:

بسم اللہ

یہ وہ خط ہے جو میں ابوبکر صدیق دنیا سے جانے
اور آخرت میں آنے پر لکھ رہا ہوں۔ یہ وہ وقت ہے
جب کافر بھی ایمان لانا چاہتا ہے، گناہگار بھی
مومن ہونا چاہتا ہے اور جھوٹا بھی سچا بننا چاہتا
ہے۔ میں اپنے بعد عمر بن خطاب کو امیر بنا رہا ہوں
انکی اطاعت کرنا۔ میں نے اپنے علم کے مطابق یہ
فیصلہ کیا ہے باقی اللہ بہتر جاننے والا ہے۔

حضرت ابوبکر نے حضرت عثمان کو نماز پڑھانے کا
حکم دیا۔



حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ترکہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے لیکن خلیفہ بنے کے بعد انہوں نے تجارت کو چھوڑ دیا اور گھر کا خرچ چلانے کے لیے بیت المال سے زکوٰۃ لیتے تھے۔

حضرت ابوبکر نے انتقال کے وقت گھر والوں سے کہا کہ میرے مال میں جو بھی چیز زیادہ ہو اُسے بیت المال میں جمع کروا دینا۔ آپ نے ایک غلام، ایک اونٹنی، ایک پیالہ اور کچھ چادریں اپنے ترکے میں چھوڑیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ انکا چھوڑا ہوا مال دیکھ کر رونے لگے کہ وقت کے خلیفہ کے پاس اتنا کم مال تھا اور فرمایا: ”آپ نے ہمارے لیے دنیا تنگ کر دی ہے۔“



غسل، دفن اور نماز جنازہ:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی
حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے آپ کو
غسل دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور
اللہ کے نبی کی قبر کے پاس آپ کے کندھے کے برابر قبر
بنا کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دفن
کیا گیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی

فضیلتیں:

۱۔ اللہ کے نبی (صل اللہ علیہ والہ وسلم) کے بعد
سب سے افضل شخصیت حضرت ابو بکر صدیق
رضی اللہ عنہ تھے۔

صحابی رسول نے اللہ کے نبی (صل اللہ علیہ والہ
وسلم) سے سوال کیا آپ کے نزدیک سب سے محبوب
کون ہے تو آپ نے فرمایا عائشہ۔ پوچھا گیا مردوں



میں؟ تو آپ نے کہا ابوبکر اور اُن کے بعد عمر رضی
اللہ عنہ ۔

[صحیح بخاری: 3462]

اللہ کے نبی (صل اللہ علیہ والہ وسلم) حضرت ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ سے سب سے زیادہ محبت کرتے
تھے:

ایک بار اللہ کے نبی (صل اللہ علیہ والہ وسلم)
مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے حضرت ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ کو اپنی تہبند کو گھٹنوں کے پاس
اٹھا کر تیز تیز آتے دیکھا اور صحابہ سے کہا کہ یہ جو
تمہارا ساتھی ہے وہ پریشانی میں ہے۔

ابوبکر آئے تو اللہ کے نبی نے اُن سے پوچھا کہ کیا
ہوا ہے، تو اُنہوں نے کہا کہ میرے اور عمر کے درمیان
کچھ بات ہو گئی، میں نے اُسے کچھ غلط کہہ دیا
تو وہ ناراض ہو گیا۔ اب میں اُس سے معافی مانگ رہا
ہوں مگر وہ معاف نہیں کر رہے۔ اگر مجھے اس



حالت میں موت آگئی تو کیا ہو گا؟ اللہ کے نبی (صل اللہ علیہ والہ وسلم) نے 3 بار کہا اے ابو بکر اللہ تجھے معاف کرے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر گئے لیکن وہ گھر پر موجود نہیں تھے۔

حضرت عمر سمجھ گئے کہ ابوبکر اللہ کے نبی (صل اللہ علیہ والہ وسلم) کے پاس گئے ہوں گے۔ حضرت عمر اللہ کے نبی (صل اللہ علیہ والہ وسلم) کی مجلس میں آئے تو اللہ کے نبی نے اُن سے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا اے اللہ کے نبی غلطی میری تھی آپ عمر پر غصہ مت کرئیے۔ اللہ کے نبی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا، عمر سنو اللہ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا اور جب میں نے رسالت کا اعلان کیا تو تم سب نے مجھے جھوٹا کہا۔ اُس وقت صرف ابو بکر نے مجھے سچا کہا، اپنے مال، اپنی جان ہر طرح سے میری مدد کی۔ کیا تم میرے ساتھی کو چھوڑ دو گے؟



اُس سے ناراض ہو جاؤ گے؟ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے معافی مانگی اور کہا کہ اب میں کبھی ابوبکر سے ناراض نہیں ہوں گا۔

[صحیح بخاری 3461]

3- ہجرت اور غار کے سفر کے ساتھی:

اللہ تعالیٰ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ کی نبی (صل اللہ علیہ والہ وسلم) کا غار کا ساتھی بنایا۔ ہجرت کے دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کبھی اللہ کے نبی (صل اللہ علیہ والہ وسلم) کے آگے چلتے کبھی پیچھے، کبھی دائیں کبھی بائیں تاکہ اللہ کے رسول پر کوئی خطرہ نہ آئے۔

”اُن دو لوگوں کو یاد کرو جو غار میں تھے۔ اللہ کے نبی نے اُن (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ ہمارے ساتھ اللہ ہے۔“

[سورہ توبہ: 40]



4-اللہ کے نبی نے کہا میں ابوبکر کا احسان نہ اُتار سکا

اللہ کے نبی (صل اللہ علیہ والہ وسلم) کا ارشاد ہے: کسی کا مجھ پر ایسا کوئی احسان نہیں جسے میں نے چُکا نہ دیا ہو سوائے ابوبکر کے۔ کیونکہ اُن کا ہم پر ایسا احسان ہے جسکا بدلہ اللہ ہی اُنہیں دے گا۔

اے لوگو سُنو اگر میں اپنی اُمت میں کسی کو خلیل بناتا تو وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوتے۔ لیکن وہ تو میرے دوست ہیں خلیل تو مجھے اللہ تعالیٰ نے بنالیا ہے۔

[سنن ترمذی: 3661]

5-دنیا میں جنت کی بشارت:

اللہ کے نبی نے ایک مجلس میں صحابہ کرام سے 4 سوال کیے:



آج تم میں سے کس نے روزے کی حالت میں صبح کی؟

آج تم میں سے کون کسی کے جنازے میں شامل ہو کر آیا ہے؟

آج تم میں سے کون ایک مسکین کو کھانا کھلا کر آیا ہے؟

آج تم میں سے کون بیمار کی عیادت کر کے آیا ہے؟

چاروں سوال کے جواب میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں"۔

اللہ کے نبی (صل اللہ علیہ والہ وسلم) نے کہا ابوبکر تو جنتی ہو گیا کیونکہ جس انسان نے ایک دن میں یہ چار عمل کر لیے وہ جنتی ہو گیا۔

[صحیح مسلم: 1028]

6) نیک عمل میں سب سے آگے

سنن ترمذی : 3675

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں نیکیوں کے لیے مقابلہ ہوتا تھا۔ غزوہ تبوک کے موقع پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

....

حضرت عمر فاروق اپنے گھر سے آدھا مال لے کر آئے اور آدھا گھر میں چھوڑ کر آئے حضرت ابوبکر صدیق اپنے گھر سے سب کچھ لے کر آئے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر سے پوچھا کیا لائے ہو؟ حضرت عمر نے کہا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آدھا لایا ہوں اور آدھا چھوڑ کر آیا ہوں۔

ابوبکر سے پوچھا کیا لایا اور گھر میں کیا چھوڑا؟ حضرت ابوبکر صدیق نے کہا گھر میں جو تھا سب لے آیا ہوں صرف اللہ اور رسول کا نام چھوڑ کر آیا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابوبکر میں تم سے نیکی کرنے میں مقابلہ نہیں کر سکتا۔



سنن طبرانی : 7168

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے جب بھی حضرت ابوبکر صدیق کا ذکر آتا تو وہ کہتے ہیں، تم نیکیوں میں سب سے آگے رہنے والے کا ذکر کر رہے ہو، تم نیکیوں میں سب سے آگے رہنے والے کا ذکر کر رہے ہو۔ اس رب کی قسم جب بھی ہم کسی نیکی کی طرف جاتے ہیں حضرت ابوبکر کو سب سے آگے دیکھتے ہیں۔

سورہ نور: 22 کا شان نزول

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ پر غلط الزم لگا گیا۔ منافقوں کے ساتھ 3 صحابہ بھی الزم لگانے میں شامل ہو گئے حمہ بنت جحش، حسن بن ثابت، اور مستح بن عصابہ۔

حضرت ابوبکر صدیق مستح بن عاصا صہ کا گھر
خرچ اٹھاتے ہیں۔ جب انکو معلوم ہوا کی مستہ بھی
الزم لگانے والے میں شامل ہیں تو مستہ کے لیے ان کو
خرچ نہ کرنے کا فیصلہ لیا اللہ نہ وحی نازل کیا کے
پیسے والے خرچ کرنے سے نہ روکے جیس پر ابوبکر
صدیق نے کہا، میں مستح کے لیے جیتنا خرچ کرتا تھا
اسے زیادہ خرچ کرونگا

(7) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی جان سے
زیادہ محبت کرنے والے

الراحیق المختوم (ہجرت کے باب میں)

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے ہجرت کر
کے مدینہ پہونچے مگر لوگ حضرت ابوبکر صدیق اور
اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق نہیں کر پا
رہے تھے کہ دونوں میں کون اللہ کے نبی صلی اللہ



علیہ وسلم ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق نے بھی ایسے ظاہر نہیں کیا کہ کون اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے اور یہ اطمینان ہو گیا کی ان میں کوئی دشمن نہیں ہے تب حضرت ابوبکر صدیق نے دھوپ سے بچانے کے لیے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کپڑے سے سایا کیا تب لوگوں کو پتا چلا کی دونوں میں سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔ اس کے پیچھے حضرت ابوبکر صدیق کا مقصود اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں سے بچانا تھا جس کے لیے حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے اوپر آنے والے خطرے کی پرواہ نہ کی؛

(8) بڑی سے بڑی مصیبت پر صبر کرنا اور ثابت قدم رہنا؛

(i) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا سے رخصتی پر صبر



صحیح بخاری : 3467

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے رخصت ہو گئے، سارے صحابہ غم کی کیفیت میں تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تلوار نکال کر کھڑے ہو گئے کے آگر

کسی نے کہا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں رہے تو اس کا سر کاٹ دوں گا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق مدینہ واپس آئے اور انہیں اس بات کی خبر ہوئی آپ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے میں گئے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر ہٹا کر چہرا دیکھا اور کہا، عائشہ سنو میں قریش کے لوگو کا انتقال ہوتا دیکھا ہے انکا چہرہ ایسا ہی دیکھتا ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔

اس کے بعد اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کا بوسہ لیا اور مسجد میں آکر خطبہ دیا؛ اگر تم سے کوئی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت



کرتا تھا تو وہ جان لے کی آپ دنیا سے رخصت ہو گئے
ہیں اور جو لوگ اللہ کی عبادت کرتے ہیں وہ جان
لین کی اللہ ہے، قیوم ہے، ہمیشہ باقی رہنے والا
ہے اور سورہ علی عمران کی آیت 144 کی تلاوات
کی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رسول اور
آپ کے پہلے بھی رسول آئے اگر وہ شہید ہو گئے تو کیا
تم دین چھوڑ دو گے؟

(ii) مرتد ہونیوالوں سے قتال کرنا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زکات نہ دینے
والے سے جہاد کرنے کا فیصلہ لیا اور سب کے منانے پر
بھی بے بات سے نہ روکے اور مرتد ہونا



حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق کے بعد اسلام کے دوسرے خلیفہ بنائے گئے اور امیر المومنین کے نام سے جانے جاتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حق کے پیروکار اور کمزوری کو قبول نہ کرنے والے شخص تھے جنکے دور خلافت میں اسلامی فتح کا دائرہ بہت بڑھ گیا۔

***والدین:**

آپکے والد کا نام خطاب بن نوفل تھا۔ آپکی والدہ کا نام حنتمہ بنت ہاشم بن نویرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم تھا۔



*آپ کا نام اور نسب:

عمر بن خطاب بن نوفل بن عبد العزی بن ریان بن
عبد اللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب آپ کا
نسب آٹھویں نسل میں اللہ کے نبی سے ملتا ہے۔

*کنیت:

ابو حفص آپکی کنیت تھی کیونکہ آپ بہت بہادر
تھے۔ حفص شیر کے جوان بچے کو کہا جاتا ہے۔

*لقب:

الفاروق آپ کا لقب تھا۔ فاروق کے معنی ہیں
2 چیزوں کو الگ کرنے والا۔

آپ کو یہ لقب اس لیے دیا گیا کیونکہ آپ کے اسلام



میں داخل ہونے کے بعد حق اور باطل الگ ہو گئے ۔
اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم شروعاتی دور میں
صحابہ کرام کی کمزوری کی وجہ سے چھپ کر عمل
کیا کرتے تھے لیکن اسلام میں آنے کے بعد حضرت
عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اللہ کے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے کہا کہ ہم حق پر ہیں اور یہ باطل پر
اس لئے ہم کھل کر حرم میں نماز پڑھیں گے۔

2 صف میں مسلمانوں کو نماز پڑھنے کے لئے لے کر
گئے۔ ایک صف کے آگے حضرت عمر اور ایک صف کے
آگے حضرت حمزہ تھے جو حضرت عمر سے تین دن
پہلے مسلمان ہوئے تھے ۔

*پیدائش:

عام الفیل کے 13 سال بعد (AD584) مکہ میں آپ
کی پیدائش ہوئی ۔ آپ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم سے 13 سال چھوٹے تھے۔



*صفات:(Qualities)

حضرت عمر ایک بہترین شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی کچھ صفات ہیں :

- 1) لمبا قد
- 2) چھوٹا زینہ
- 3) گورا سرخ رنگ
- 4) انتہائی زیادہ طاقتور پہلوان
- 5) بہترین گھڑسوار
- 6) پڑھنا لکھنا جانتے تھے (Literate)
- 7) عشرہ مبشرہ
- 8) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر
- 9) اسلام کے دوسرے خلیفہ
- 10) بہترین تاجر
- 11) وہ خلیفہ جن کے دور میں سب سے زیادہ فتوحات (Victory) کی گئی
- 12) دشمن کے دل میں ان کا رعب ہوتا تھا ۔

*بیویاں اور اولاد:

حضرت عمر کی 8 بیویاں تھیں۔
ایک وقت میں اسلامی شریعت کے مطابق آپ کی 4
بیویاں ہوتی تھیں۔ آپ کے تین نکاح دور جہالت میں
اور 5 نکاح اسلام قبول کرنے کے بعد ہوئے۔
*تین نکاح جہالت میں:

- 1) زینب بنت معزوم (انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا)
- 2) قریبہ (ان سے طلاق ہو گئی)
- 3) ام کلثوم جروال (ان سے طلاق ہو گئی)
- *5 نکاح اسلام میں:

- 4) ام حکیم
- 5) جمیلہ
- 6) عاتکہ
- 7) ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب
- 8) ثویبہ



*اولاد:

آپکے 9 بیٹے اور 7 بیٹیاں تھیں۔

*بیٹے:

- 1) عبداللہ
 - 2) عبیداللہ
 - 3) عاصم
 - 4) زید اکبر
 - 5) زید اصغر
 - 6) عبدالرحمن اکبر
 - 7) ایاز
 - 8) عبدالرحمن اوسط
 - 9) عبدالرحمن اصغر
- *بیٹیاں:
- 1) حفصہ



- 2) رقیہ
- 3) فاطمہ
- 4) عائشہ
- 5) صفیہ
- 6) جمیلہ
- 7) زینب

*حضرت عمر ابن خطاب دور جہالت میں:

جہالت کے دور میں آپ کوئی عام انسان نہیں تھے
بلکہ:

- 1) قریش کے سردار تھے
- 2) نڈر، کسی سے نہ ڈرنے والے تھے
- 3) اپنے فیصلوں پر جمنے والے تھے
- 4) امانت دار اور سچے تھے
- 5) وعدوں کے پکے تھے
- 6) اسلام کے خلاف بہت شدید تھے۔



*حضرت عمر بن خطاب اسلام میں:

(1) حضرت عمر کا قبول اسلام:

حضرت عمر اسلام کے خلاف بڑے شدید تھے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی کہ اے اللہ عمر بن خطاب اور عمر بن ہاشم میں سے جسے تو زیادہ پسند کرتا ہے اسے ذریعہ اسلام کو طاقت دے دے۔

(عمر ابن ہاشم جس کی کنیت عبدل حکیم تھی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ابو جہل کا نام دیا یعنی جاہلوں کا باپ)

ایک دن حضرت عمر غصے میں اپنے گھر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادے سے تلوار لیکر نکلے۔ راستے میں ایک شخص نے ان سے پوچھا، کہا کا ارادہ ہے؟

انہوں نے کہا محمد کا قتل کرنے جا رہا ہوں۔ اس شخص نے کہا تمہارے بہن اور بہنوئی بھی محمد کے دین کو اپنا چکے ہیں۔ حضرت عمر غصے میں اپنی

بہن کے گھر پہنچے وہاں حضرت خباب بن ارت سورہ طحہ کی تلاوت کر رہے تھے۔ حضرت عمر کی آہٹ سن کر وہ چھپ گئے، لیکن حضرت عمر حضرت خباب کی قرأت سن چکے تھے انہوں نے پوچھا کیا کر رہے تھے تو انہوں نے بات ٹال دی۔ حضرت عمر کے بہنوئی نے پوچھا کہ کل اگر میں کہوں کہ حق تمہارے دین کے بجائے کسی اور میں ہو تو؟ یہ سن کر حضرت عمر اپنی بہن اور ان کے شوہر کو مارنے لگے جس سے ان کی بہن کے چہرے سے خون نکلنے لگا۔ بہن کا خون دیکھ کر وہ رک گئے۔ حضرت عمر نے کہا کہ یہ جو کتاب تمہارے پاس ہے اسے مجھے پڑھنے دو۔ ان کی بہن نے کہا کہ تم نجس ہو پہلے غسل کر کے آؤ۔ اسکے بعد حضرت عمر نے سورہ طحہ کی آیت 14 کی تلاوت کی، حضرت خباب نے جب آپکا دل نرم ہوتا دیکھا تو باہر آئے اور ان سے کہا اے عمر خوش ہو جاؤ، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لئے جو دعا کی تھی وہ قبول ہو گئی۔

حضرت عمر نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کی خواہش ظاہر کی اور تلوار لیکر (اس گھر کی

طرف جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے) آپ سے ملنے نکلے۔ تلوار کے ساتھ آپ کو آتے دیکھ کر صحابہ ڈر گئے۔ حضرت حمزہ نے کہا کہ دروازے کھول دو اگر بھلی نیت سے آیا ہے تو ہم بھی بھلائی کرینگے اور اگر غلط ارادے سے آیا ہے تو اس کی تلوار سے اسی کا کام تمام کر دینگے۔

حضرت عمر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اسلام قبول کر لیا، یہ سن کر صحابہ کرام نے اتنی زور سے تکبیر کہی کہ مسجد حرام تک آواز سنائی دی۔

(2) حضرت عمر کی ہجرت:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کے پریشان کرنے پر صحابہ کرام کو ہجرت کا حکم دیا۔ صحابہ کرام رات کے وقت کر کے مدینہ جانے لگے۔ حضرت عمر دن کے وقت ہتھیار لیکر حرم میں گئے طواف کیا 2 رکعت نماز پڑھی اور قریش سے کہا کہ تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ اس کے ماں بے اولاد



ہو جائے، بیوی بیوہ ہو جائے یا اولاد یتیم ہو جائے تو
مجھے روک کر دیکھائے۔
سعید ابن زید کے ساتھ آپ نے ہجرت کی۔

(3) اسلامی فتوحات اور نظام کا دائرہ بڑھانے والے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں
اسلامی فتح کا سلسلہ بہت بڑھ گیا اور اسلامی نظام
کا دائرہ بھی بڑھ گیا۔

(4) کتاب اللہ اور سنت رسول کو بہت زیادہ جاننے
والے۔

(5) دشمنوں پر رعب رکھنے والے۔

(6) رعایا کا دھیان رکھنے والے۔

(7) اللہ سے بے انتہا ڈرنے والے۔



*عمر فاروق ملحم:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر امت میں اللہ تعالیٰ کچھ ایسے لوگوں کو بھیجتا ہے جنہیں الہام کیا جاتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دل میں سچی بات ڈال دیتا ہے جو سچ ہو)
*الہام: (باتوں کو ڈالنا)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مشورہ دیتے اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ ماننے پر اللہ قرآن کی آیت نازل کر دیتا۔

*مثال:

1) مقام ابراہیم کو مصلہ بنانا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کے نبی صلی اللہ



علیہ وسلم سے کہا کہ جب ہم طواف کرتے ہیں تو اس کے بعد نماز مقام ابراہیم پر پڑھنی چاہیے۔
اللہ تعالیٰ نے مقام ابراہیم کو مصلہ بنانے کا حکم دیا

-

سورہ بقرہ#(125)
واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی*
اور تم مقام ابراہیم کو مصلہ (نماز پڑھنے کی جگہ)
بنا لو۔

2) حجاب اور پردے کا حکم:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس الگ الگ طرح کے لوگ آنے لگے ہیں تو حضرت عمر نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کی عورتوں کو پردے کا حکم دیجیئے (تب تک پردے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا) تاکہ کوئی ان پر غلط نظر نہ ڈالے۔
اللہ تعالیٰ نے پردے کا حکم نازل کر دیا



« آیت الحجاب »

سورہ احزاب # (59)

ياايهاالنبي قل لازواجك و بنتك ونساءالمومنين
يذنين عليهم من جلايين *اے نبی! اپنی بیویوں، اپنی
بیٹیوں، اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ
وہ اپنی چادر اپنے اوپر ڈال لیا کریں۔

(3) بدر کے قیدیوں کا مسئلہ:

غزوہ بدر کے بعد قیدیوں کے بارے میں اللہ کے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ
مانگا،

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ
فدیہ لیکر قیدیوں کو چھوڑ دیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان
قیدیوں کو ان کے رشتہ داروں کے حوالے کر دیجیئے
تاکہ ہر شخص اپنے رشتہ دار کو قتل کر دے۔
اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کا
مشورہ مان لیا اور فدیہ لیکر قیدیوں کو رہا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ کو انہیں قتل کر دینا
چاہیئے تھا۔

سورہ انفال#(67)

ما کان لنبی ان یکون له اسری حتی یتخن فی الارض*
یہ بات کسی نبی کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس کے پاس
قیدی رہے، جب تک کہ وہ زمین میں (دشمنوں کا)
خون اچھی طرح نہ بہا چکا ہو۔ (جس سے ان کا
رعب پوری طرح ٹوٹ جائے)

4) منافق کا جنازہ نہ پڑھنے کا مسئلہ:

جب منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول نے
اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ
میرے والد کا جنازہ پڑھ دیجیئے اور کچھ دیر ان کی
قبر پر رک جائیے شاید اللہ انہیں معاف کر دیں۔ جب
حضرت عمر فاروق کو پتہ چلا تو حضرت عمر نے
اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرنے سے
منع کیا لیکن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
جنازہ پڑھ دیا۔



اللہ تعالیٰ نے حکم نازل کیا کہ آپ کسی منافق کا جنازہ نہیں پڑھائیں گے اور نہ اسکی قبر پر جائیں گے -

سورہ توبہ # (84)

ولا تصل علی احد منہم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ *

اور (اے نبی) ان (منافقوں) میں سے جو کوئی مر جائے، تو اس پر کبھی نماز (جنازہ) نہ پڑھیں اور نہ اسکی قبر پر کھڑے ہوں۔

5) استذنان (گھر میں آنے سے پہلے اجازت لینا) کا مسئلہ:

ایک دن ظہر کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں سو رہے تھے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام کو بیجا کہ عمر کو بلا کر لاؤ۔ غلام سیدھا ان کے کمرے میں داخل ہو گیا اور حضرت عمر کو ایسی حالت میں دیکھا جس میں نہیں دیکھنا چاہئے۔

حضرت عمر نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو



پاس آکر کھا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
آپ لوگوں کو کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے
اجازت لینے کا حکم دیجیے۔
اللہ نے آیت نازل کی اور 3 وقت پر بنا اجازت کے گھر
جانے سے منع کیا؛

(1) فجر سے پہلے

(2) ظہر کے بعد

(3) عشاء کے بعد

سورہ نور # (58)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنَكُمْ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ
وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَبْلَ صَلَاةِ
الْفَجْرِ وَحِينَ تَصُنُّونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ سَمِّنَ بَعْدَ
صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثَ عَوْرَاتٍ لَكُمْ*

اے ایمان والو! جو غلام لونڈیاں تمہاری ملکیت میں
ہیں اور تم میں سے جو بچے ابھی بلوغت تک نہیں
پہنچے ان کو چاہیے کہ وہ تین اوقات میں (تمہارے
پاس آنے کیلئے) تم سے اجازت لیا کریں۔ نماز فجر سے
پہلے اور جب تم دوپہر کے وقت اپنے کپڑے اتار کر
رکھا کرتے ہو اور نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت
تمہارے پردے کے اوقات ہیں۔



*حضرت عمر بن خطاب کی فضیلت:

1) جنت میں حضرت عمر کے لیے محل بنایا گیا
ہے۔ صحیح بخاری # (3679)

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں ایک
محل دیکھا اور اس میں ایک عورت کو کام کرتے
دیکھا تو جبرائیل امین سے پوچھا یہ کس کا محل ہے
؟ جبرائیل امین نے بتایا کہ یہ حضرت عمر کو محل
ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میں
نے چاہا کہ اندر جا کر دیکھوں لیکن ان کی شدید
غیرت یاد آگئی اس لئے اندر نہیں گیا۔ جب حضرت
عمر کو یہ پتہ چلا تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا
میں آپ سے غیرت کروں گا۔!!

(2) بہت علم والے:

صحیح البخاری # (3679)

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے دودھ کا پیالہ دیا گیا میں نے پیالہ لیا اور اچھی طرح دودھ پیا، اتنا پیا کہ اپنے ناخنوں میں اس دودھ کو محسوس کیا پھر بھی دودھ بچ گیا تو میں نے وہ پیالہ عمر کو دے دیا۔

اس کی تعبیر یہ تھی کہ دودھ سے مراد دین ہے۔ سب سے زیادہ دین میرے پاس ہے اپنے بعد میں نے عمر کو دین دیا ہے۔

(3) شیطان حضرت عمر کو دیکھ کر بھاگتا تھا:

صحیح البخاری # (3294)

ایک بار قریش کی کچھ عورتیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مسئلوں پر بات کر رہیں تھیں اور

انکی آوازیں کچھ تیز ہو گئی۔
حضرت عمر کے آنے کی آہٹ سنی تو ساری عورتیں
وہاں سے ہٹ گئیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
مسکرانے لگے تو حضرت عمر نے کہا، اے اللہ کے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم اللہ آپ کو ایسے ہی مسکراتا
رکھے اور آپ سے مسکرانے کی وجہ پوچھی، حضرت
عمر کے پوچھنے پر آپ نے بتایا کہ یہ عورتیں تیز آواز
میں بات کر رہیں تھیں تم کو دیکھ کر ہٹ گئیں۔
حضرت عمر نے کہا تم اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم سے تیز آواز میں بات کر رہی ہو اور مجھ سے
ڈرتی ہو تو عورتوں نے کہا کہ ہمیں آپ سے زیادہ ڈر
لگتا ہے۔
اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کی
فضیلت بتائی کہ جس راستے سے تم گزرتے ہو تم کو
دیکھ کر شیطان بھی اپنا راستہ بدل لیتا ہے۔

4) دیندار اور دین پر عمل:

صحیح البخاری # (23)



اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد؛ ایک رات میں سو رہا تھا خواب میں کچھ لوگوں کو الگ الگ طرح کے کرتے پہنے ہوئے اپنی طرف آتے دیکھا، عمر کا کرتا اتنا لمبا تھا کہ وہ لٹک رہا تھا اور وہ اسے اٹھا کر چل رہے تھے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ اس کرتے سے مراد دین ہے۔ سب کے پاس تھوڑا دین ہے اور عمر کے پاس اتنا دین ہے کہ چاروں طرف پھیل رہا ہوگا۔

(5) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ملحم اور محدث کہا:

صحیح البخاری # (3469)
اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد؛ تم سے پہلے امتوں میں ایسے لوگ تھے جن پر الہام کیا جاتا تھا۔ میری امت میں اگر کوئی محدث ہوگا تو وہ عمر ابن خطاب ہوگا۔



6) اللہ تعالیٰ حضرت عمر سے محبت کرتا ہے:

صحیح البخاری # (3681)

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان دونوں میں سے تو جس سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہے اس کے ذریعے اسلام کو طاقت دے عمر ابن خطاب یا عمر ابن ہشام۔
اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر ابن خطاب کو اسلام دے دیا۔

7) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمر ہوتا:

سنن ترمذی # (3686)

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد؛ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ابن خطاب ہوتا۔



8) عمر ابن خطاب فتنوں کو روکنے کا دروازہ ہیں:

طبرانی#(909)

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد؛ جب تک یہ (حضرت عمر) تم میں ہے تب تک تم پر کوئی فتنہ نہیں آئے گا۔

9) عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہے:

طبرانی#(6722)

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد؛ جس نے عمر سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے عمر سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔



(10) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر سے
دعا کے لئے کہتے:

مسند احمد#(5229)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک بار عمرہ کے لیے جا
رہے تھے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے
کہا اے میرے بھائی! مجھے اپنی اچھی دعاؤں میں یاد
رکھنا بھلانا نہیں۔

(11) انتہائی زیادہ ذہین اور سمجھدار

(12) عادل/انصاف کرنے والے

(13) زاہد/اللہ سے بے انتہا ڈرنے والے

(14) متواضع/جھک کر رہنے والے

(15) رعایا کا دھیان رکھنے والے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات میں حلیہ بدل کر
مدینہ کی گلیوں میں اپنی رعایا کا حال چال لینے نکلتے۔
ایک رات جب آپ اپنی امت کے بارے میں جاننے کے

لئے نکلے تو ایک عورت کے گھر پہنچے اور دیکھا کہ اس کے پاس کھانے کو کچھ نہیں تھا۔
حضرت عمر بیت المال آئے سامان بوریوں میں بھرا اور کندھے پر سامان رکھ کر اس کے پاس لے جانے لگے۔
غلام نے آکر کہا یہ سامان مجھے دے دیجئے
- حضرت عمر نے کہا کہ تو قیامت کے دن میرا بوجھ اٹھانے نہیں آئے گا۔ مجھے ہی اٹھانا پڑے گا۔
*حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلافت ملنا:

13 ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت عمر ابن خطاب کو خلیفہ بنایا گیا کیونکہ اپنے انتقال کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو خلیفہ چنا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جنہیں امیر المومنین کہا گیا۔
10 سال 6 مہینے حضرت عمر کی خلافت رہی۔
*حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کا خطبہ:
خلیفہ بننے کے بعد، ممبر پر جس جگہ حضرت



ابوبکر صدیق کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے اس سے
ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہو کر حضرت عمر ابن
خطاب نے خطبہ دیا۔

آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ، اے اللہ میں بڑا
شدید (سخت) ہوں مجھے نرم کر دے۔

میں بڑا کمزور ہوں مجھے طاقتور بنا دے۔

میں کنجوس ہوں مجھے خرچ کرنے والا بنا دے۔
اس کے بعد آپ نے فرمایا:

اے لوگوں! قرآن کو پڑھو اور اس میں خود کو پہچانو
اور جانو کہ تم قرآن والے ہو۔ اس سے پہلے کہ
تمہارے اعمال کا وزن کیا جائے، تم اپنے اعمال کا وزن
کرلو، قیامت کی تیاری کرو۔

اللہ نے مجھے حکومت دیکر آزمایا ہے اور تمہیں
آزمایا ہے مجھے تمہارا امیر بنا کر۔

تم حق کا ساتھ دینا اور باطل سے رکے رہنا، امانت دار
بنو، سچے بنو، حقدار کو اس کا حق ادا کرو۔



*حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں
شروع ہونے والے اہم کام:

- 1) ہجرت کو تاریخ کی طرح استعمال کیا۔
- 2) عدلیہ (عدالت) کو الگ سے قائم کیا۔
- 3) باقاعدہ بیت المال کا نظام قائم کیا۔
- 4) فوج کا الگ محکمہ (department) بنایا۔
- 5) مردم شماری (census) کا کام شروع کروایا۔
- 6) چھوٹے چھوٹے جیل بنوائے
- 7) پولیس کا الگ ڈیپارٹمنٹ بنایا، شہر کے مسئلوں کو دیکھنے کے مقصد سے ۔
- 8) مکہ اور مدینہ کے بیچ ریسٹ ہاؤس بنوایا۔
- 9) الگ الگ علاقوں میں نہریں کھدوائی ۔
- 10) ڈاک گھر (پوسٹ آفس) کا نظام بنایا۔
- 11) یتیم اور بیواؤں کو ماہانہ خرچ (Monthly allowance) کا انتظام کیا۔
- 12) چاندی کے سکے بنوائے جسکو پیسوں کی طرح



استعمال کیا جائے۔

- 13) رات میں گشت (patrolling) کا نظام بنوایا۔
- 14) تراویح کو جماعت سے مسجد میں قائم کروایا۔
- 15) مدرسوں کو قائم کروایا۔
- 16) امام اور مؤذن کی تنخواہ (salary) طے کی۔

*حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کی گئی فتوحات (victories):

حضرت ابوبکر صدیق کے دور میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا ایران اور شام کی طرف لشکر کو بھیجا گیا جسے حضرت عمر نے آگے بڑھایا۔

1) عراق کی فتوحات:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت مسنہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر عراق کی طرف بھیجا گیا۔



ایک لمبے وقت تک عراق میں فتوحات کا سلسلہ
چلا جن میں سے کچھ کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے؛

- 1) معرکہء جسر
- 2) معرکہء بوویب
- 3) معرکہء قادسیہ

معرکہء قادسیہ کے دوران حضرت مسنہ بن حارثہ کا
انتقال ہو گیا جن کی جگہ حضرت سعد ابن ابی
وقاص رضی اللہ عنہ کو عراق بھیجا گیا۔
رستم نے اس جنگ کے لئے ایک بڑی فوج تیار کر رکھی
تھی لیکن جنگ سے پہلے اس نے مسلمانوں سے بات
کرنے کا ارادہ کیا۔

حضرت سعد نے ربیع بن عامر کو سفیر بنا کر رستم
سے بات کرنے کے لئے بھیجا۔ رستم نے ملنے کی جگہ کو
بہت خوبصورتی سے سجا دیا قالین
(carpets) بچھوا کر وہ خود سونے کے بنے تخت پر

بیٹھ گیا جس کا مقصد تھا دنیا کا عیش و آرام
دکھانا۔

ربیع بن عامر گھوڑے پر سوار ہو کر اس قالین پر
آگئے جسے چلنے کے لئے بنایا گیا تھا اور گھوڑے سے اتر
کر تلوار کو اس طرح لٹکا کر چلنے لگے کہ جہاں سے
گزرتے قالین پھٹتا جاتا، جس کا مقصد اسے یہ بتانا تھا
کہ مسلمان ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے
سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

حضرت ربیع نے رستم سے کہا کہ اگر تو دین حق کو
تسلیم کرتا ہے تو محفوظ رہے گا ورنہ ظالموں سے
جہاد کرنا ہمارا طریقہ ہے۔

اس کو سوچنے کے لئے 3 دن کا وقت دیا اور اس کے
بعد معرکہ قادسیہ ہوا جس میں اللہ تعالیٰ نے
مسلمانوں کو عظیم فتح دی۔

4) معرکہ مدائن

5) معرکہ جلولہ ان فتوحات کے بعد پورا عراق فتح
کر لیا گیا۔

(2) فتوحات ملک شام:

ملک شام کی طرف حضرت خالد بن ولید کو زمہ دار بنا کر بھیجا گیا۔ جو برابر جنگ کرتے رہے۔ اس دور میں حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کو کسی نے خط لکھا کہ لوگوں کے عقیدے میں کمزوری آ رہی ہے لوگوں کا ایسا عقیدہ بن گیا ہے کہ جس جنگ میں خالد بن ولید ہونگے ہم وہ جنگ نہیں ہاریں گے جبکہ جیت اور ہار تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

اس بات کو جان کر حضرت عمر نے حضرت خالد بن ولید کی جگہ حضرت ابو عبیدہ کو جنگ کا سپہ سالار بنایا اور حضرت ابو عبیدہ کو ایک خط دیکر حضرت خالد بن ولید کے پاس بھیجا اس پیغام کے ساتھ کہ حضرت خالد بن ولید کو معزول کر دیا گیا ہے اور ان کی جگہ حضرت ابو عبیدہ کو سپہ سالار بنایا جا رہا ہے۔ جیزے ہی حضرت خالد بن ولید کو یہ پیغام ملا انہوں نے اسی وقت اپنی جگہ چھوڑ دی۔



لوگوں نے آکر ان سے کہا کہ عمر کا یہ فیصلہ غلط ہے آپ نے بہت کام کیا ہے آپ بغاوت کر دیجیئے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

حضرت خالد بن ولید نے کہا کہ میرا ان جنگوں کو کرنے کا مقصد اللہ کی رضا اور شہادت ہے مجھے اس بات سے فرق نہیں پڑتا کہ میں ایک سپہ سالار بن کر شہید ہوں یا ایک سپاہی بن کر کیونکہ میں قتال اللہ کے راستے میں کر رہا ہوں عمر کے راستے میں نہیں۔

**ملک شام کی کچھ فتوحات:*

- 1) معرکہء فحل
- 2) معرکہء دمشق
- 3) معرکہء حمص
- 4) معرکہء یرموک

2) فتح بیت المقدس:

حضرت عمر بن آس کو بیت المقدس کی طرف بھیجا گیا اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح ملک شام کو فتح کرتے ہوئے بیت المقدس پہنچ گئے۔
نصاریٰ کو جب یہ پتہ چلا تو انہوں نے ہار مان لی اور بیت المقدس مسلمانوں کے حوالے کرنے کے لئے تیار ہو گئے، لیکن شرط رکھی کہ چابی امیر المومنین کو دینگے۔ حضرت عمر کو خط لکھ کر پیغام بھیجا گیا۔

حضرت عمر مدینہ سے اپنے غلام کے ساتھ ایک اونٹنی، ایک تھیلی میں ستو اور ایک پیالہ لیکر بیت المقدس کی طرف نکلے۔
حضرت عمر کبھی خود اونٹنی پر بیٹھتے کبھی اپنے غلام کو اونٹنی پر بٹھادیتے اور نکیل پکڑ کر چلنے لگتے۔ حضرت عبیدہ آپ کو لینے آئے تو دیکھا حضرت عمر اپنی چپل ہاتھ میں لیکر اونٹنی کی نکیل پکڑ کر پیدل آرہے تھے اور ان کے کپڑوں میں پیوند (patches) لگے ہوئے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ نے ان



سے کہا کہ آپ کوئی اچھا لباس پہن لیجئے جس سے
نصاریٰ پر اچھا اثر پڑے۔ حضرت عمر نے کہا ابو
عبیدہ تمہارے سوا کسی اور نے یہ کہا ہوتا تو وہ
زمین پر پڑا ہوتا۔

ابو عبیدہ سنو ہم ذلیل تھے اللہ نے ہمیں اسلام کی
وجہ سے عزت دی اگر ہم کہیں اور عزت ڈھونڈنے
جائیں گے تو اللہ ہمیں پھر ذلیل کر دیگا۔

(3) فتوحات مصر:

حضرت عمر بن آس کو مصر کی طرف بھیجا گیا اور
مصر فتح ہوا۔

* حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت:
26 ذی الحج 24 ہجری میں 63 سال کی عمر میں
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دنیا سے
رخصت ہو گئے۔

حضرت عمر فجر کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد آئے۔
ایک غلام ابو لولو نے زہر بجھے خنجر سے ان پر 6
وار کئے۔



جس کے 2 یا 3 دن بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ اپنے بعد حضرت عمر نے خلیفہ بنانے کے لیے 6 لوگوں کی ٹیم بنائی اور لوگوں سے کہا ان میں سے جنہیں چاہو خلیفہ بنا لینا؛

- 1) حضرت علی بن ابی طالب
- 2) حضرت عثمان غنی
- 3) حضرت طلحہ بن عبید اللہ
- 4) حضرت زبیر بن عوام
- 5) حضرت عبدالرحمن بن عوف
- 6) حضرت سعد ابن وقاص

حضرت عمر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونا چاہتا ہوں۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے کے برابر حضرت ابوبکر اور حضرت ابو بکر کے کندھے کے برابر سر رکھ کر حضرت عمر کو دفن کیا گیا۔



حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
حضرت عثمان غنی خلافت راشدہ کے تیسرے
خلیفہ تھے جنہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد
خلیفہ بن گیا؟

نام اور نصب:

آپکا نام عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد
شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب تھا -
پانچویں نسل میں انکا نصب اللہ کے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے ملتا تھا۔

والدہ (ماں):

آپکی والدہ کا نام عروہ بنت قریظ بن رابعہ بن
حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف تھا -

پیدائش:

آپکی پیدائش 576 عیسوی، عام الفیل کے 6 سال بعد
طائف میں ہوئی۔



کنیت:

آپ کی کنیت پہلے ابو عمر تھی بعد میں آپ کو ابو
عبداللہ کہا جانے لگا۔

لقب:

(i) غنی؛

بہت زیادہ سخی ہونے کی وجہ سے آپ کو غنی کہا
جانے لگا۔

(ii) زن نورین (دو نور والے)

اللہ کے نبی کی 2 بیٹیاں رقیہ اور ان کے انتقال کے بعد
حضرت ام کلثوم کا نکاح ان سے ہوا اس لیے انہیں زن
نورین کہی گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نو بیویاں تھیں:

(1) رقیہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(2) بنت کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاختہ بنت غزوہ



(3) ام عمرو بنت جندب

(4)

(v) فاطمہ بنت الوليد

(vi) رملہ بنت شیبہ

(vii) نائلہ بنت الفرافيسہ

(viii) ام بنين

(ix) ام ولد

اولادیں:

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے 9 بیٹے اور 7 بیٹیاں تھیں۔

بیٹے:

(1) عبداللہ

(2) عبداللہ اصغر



- (3) عمر
- (4) خالد
- (5) ابان
- (6) عمر
- (7) وليد
- (8) سعيد
- (9) عبدالملك

بيٹياں:

- (1) مريم
- (2) ام سعيد
- (3) ام ابان
- (4) ام عمر
- (5) عائشه
- (6) مريم
- (7) ام بنين

حضرت عثمان غنى رضى الله عنه كى خاصيتیں:

- (1) انتہائى زيادہ سخی (الله كى راہ ميں خرچ كرنے والے تھے)



- (2) دلیر اور بہادر
- (3) بہت خوبصورت تھے۔
- (4) لمبی داڑھی تھی۔
- (5) اللہ کے نبی کے 2 بار داماد بنے۔
- (6) اسلام کے تیسرے خلیفہ تھے۔
- (7) پہلے پہل مسلمان ہونے والوں میں سے تھے۔
- (8) پہلا جوڑا اسلام کے لیے ہجرت کرنے والا۔
- (9) آخرت سے بہت زیادہ ڈرنے والے ان کے سامنے قبر کا تذکرہ آتا تو اتنا روتے کہ داڑھی گیلی ہو جاتی۔

حضرت عثمان کا قبول اسلام:

جیسے ہی اسلام کی تعلیمات عام ہونے لگیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت پر آپ نے ابتدائی مرحلے میں ہی اسلام قبول کیا اور تکلفیں اٹھائیں۔



حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت اور مقام مرتبہ:

1) بدر میں شریک نہ ہونے پر بھی بدریوں کا ثواب پانے والے۔

اللہ کے نبی کی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیمار تھیں اور اللہ کے نبی نے آپ کو انکے پاس رکے کو کہا لیکن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوے میں شامل ہونے کی اجازت مانگی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بشارت دی کہ جنگ میں شامل نہ ہونے پر بھی ان کو بدر میں شامل ہونے والوں جیسا ثواب اور مال غنیمت میں حصہ ملے گا۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ”اے عثمان تجھے وہی ثواب ملے گا جو بدر میں میں شامل ہونے والوں کو ملے گا اور مال غنیمت میں بھی حصہ ملے گا۔“



[صحیح بخاری:3130]

(2) با حیا:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہا انتہائی حیا اور غیرت رکھتے تھے کہ یہاں تک کہ فرشتے بھی آپ سے حیا کرتے تھے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار اپنے حجرے میں لیٹے تھے اور آپ کے پیر کا کچھ حصہ کھلاتھا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے ملنے آئے اور اجازت چاہی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت مانگی اور اجازت دے دی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت مانگی تو آپ نے اپنے کپڑے ٹھیک کیے تب اجازت دی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پوچھنے پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں اس سے حیا نہ کرو جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔



[مسند احمد: 514]

3) اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عمل نہ کرتے
تب بھی انہیں جنت کی بشارت تھی۔

غزوہ تبوک کے موقع پر آپ نے اپنا خوب مال خرچ
کیا تب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت
دی کہ آج کے بعد کوئی عمل نہ کرے تب بھی
عثمان جنتی ہیں۔

[سنن ترمذی: 3701]

4) دنیا میں جنت کی بشارت:
حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان صحابیوں میں
سے ہیں جنہیں دنیا میں جنت کی بشارت دی گئی۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف
لائے تو یہاں بئر رومہ کے علاوہ کوئی بھی میٹھے پانی
کا کنواں نہیں تھا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم



کے کہنے پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہودیوں سے اسے خرید کر مسلمانوں کے لیے آزاد کروایا۔

[سنن ترمذی 3703]

5) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا ساتھی کہا۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: ہر نبی کے لئے جنت میں ایک ساتھی ہوگا، میرا ساتھی عثمان ہوگا۔

[سنن ابن ماجہ: 109]



6) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا میری دس بیٹیاں ہوتی تو میں ان سب کا نکاح عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیتا۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میری دس بیٹیاں ہوتی اور ایک ایک کر کے ان کا انتقال ہو جاتا اور میں اپنی دوسری بیٹیوں کا نکاح عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سے کرتا جاتا۔

[سنن طبرانی: 1061]

7) کاتب وحی:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وحی لکھواتے تھے۔

[مسند احمد: 26173]

8) اپنے ہاتھ کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ بتایا۔

صحیح بخاری: 3698



صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی افواہ سن کر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی بیعت کی جیسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وسلم نے صحابہ سے اپنے ہاتھ پر بیعت لی اور اپنا ہاتھ رکھ کر کہا کہ یہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ ہے۔

(9) آپ کو شہادت حاصل ہوئی۔

صحیح بخاری: 3686

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار احد پہاڑ پر چڑھے آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے جب چاروں پہاڑ پر چڑھے تو پہاڑ لرزنے لگا آپ نے پیر مار کر کہا تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت ملنا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال سے پہلے چھ لوگوں کی ایک کمیٹی بنائی اور لوگوں سے کہا کہ ان میں سے جسے چاہو خلیفہ بنا لینا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے تین دن کے بعد 26 ہجری میں تمام لوگوں کے اتفاق سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں کبھی فتنے سر نہ اٹھا سکے کیوں کہ کہ آپ بہت شدید تھے اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی تھی کہ عمر فتنوں کا دروازہ ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں جب فتوحات کا سلسلہ بڑھنے لگا تو فتنے بھی بڑھنے لگے اور لوگوں کو قابو کرنا ایک مشکل کام بن گیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں
کی گئی فتوحات اور اہم واقعات۔

1) اسکندریہ (عراق) کو فتح کیا گیا۔



(2) آذر بائيجان، آرمينيا کی فتح۔

(3) عبداللہ بن سعد کی قیادت میں افریقہ فتح کر لیا گیا۔

(4) کبرس نام کا شہر فتح کیا گیا..

ایک واقعہ:

مال غنیمت کو دیکھ کر ابو دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے اور پھر پوچھنے پر کہا کہ جب لوگوں کو اللہ نے نوازا تو وہ غافل ہو گئے اللہ نے ہم کو ان پر مسلط کر دیا کہیں ہم بھی دولت دیکھ کر غافل نہ ہو جائیں اور اللہ ہم پر کسی اور کو مسلط کر دے۔

(5) مسجد نبوی کی توسیع (دوبارہ تعمیر) کروایا۔

(6) قرآن کو پڑھنے کا ایک نسخہ تیار کروایا۔

قرآن کے نسخے ہر جگہ سے مانگوا کر ایک نسخہ لکھوایا اور اسے ہر



جگہ بھیج دیا کیوں کہ نئی قوم جب اسلام میں آئیں
تو قرآن کے پڑھنے میں فرق آنے لگا۔

(7) بحری بیڑا (جہازوں کا بیڑا) بنا گیا:

معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہنے پر
حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمندری
راستے کے ذریعے فتح کو بڑھانے کے لیے سمندری بیڑا
بنوایا۔

(8) عبداللہ بن سبا یہودی کا اسلام میں داخل ہونا:
مصر کا رہنے والا یہ شخص سب مسلمانوں سے
بغض رکھتا تھا اور اسلام کو کمزور

کرنے کے لیے اس نے اسلام قبول کیا اور لوگوں کو
حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بھڑکانے
کا کام کیا جس سے لوگوں میں امیر کی خلافت شروع
ہو گئی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی
سازشیں:



عبداللہ ابن صباح نے 33 ہجری میں عراق اور مصر میں گھوم گھوم کر لوگوں کو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بھڑکانہ شروع کیا اور اسلامی حکومت کے خلاف لوگوں کو ورغلائی جس سے لوگ اسلام سے نکلنے لگے اور خوارج کہلائے۔

خوارج کے حضرت عثمان غنی کے خلاف بنیادی اعتراضات:

(1) بدر کے غزوے میں نہیں گئے تھے۔

وضاحت:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیمار تھی اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ان کے پاس رکنے کو کہا لیکن آپ نے غزوہ میں شامل ہونے کی اجازت مانگی تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بشارت دی کہ جنگ میں شامل نہ ہونے پر بھی ان کو بدر میں شامل ہونے والوں کے جیسا ثواب اور مال غنیمت میں حصہ ملے گا۔



(2) احد کے غزوے میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے :

وضاحت: اس وقت تیراندازوں کے پہاڑ سے نیچے اتر جانے سے حضرت خالد بن ولید نے پیچھے سے حملہ کر دیا جس سے افرا تفریح کا ماحول ہو گیا تھا اور بہت سارے صحابہ وہاں سے بھاگنے لگے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔

سورہ آل عمران: 155 ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعین ”انما استزلہم الشیطن ببعض ما کسبوا ولقد عفا اللہ عنہم۔

ترجمہ:

تم میں سے جن لوگوں نے اس دن پیٹھ پھیری جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے، انکے بعض عمل کی وجہ سے شیطان نے انکو لغزش میں مبتلا کر



دیا تھا اور یقین رکھو کہ اللہ نے انہیں معاف کر دیا ہے۔

3) بیت رضوان میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شامل نہیں تھے۔

وضاحت: حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افواہ سن کر ہی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی شہادت کا بدلہ لینے کے لیے ہی موت تک کی بیعت کی تھی اور اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ کہا تھا۔

4) قرآن کے نسخوں کو جمع کیوں کروایا؟ وضاحت:

نئے لوگوں کے اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے قرآن کو پڑھنے میں غلطیاں ہونے لگیں جن سے اس کے معنی بدلنے کا ڈر تھا، اس وجہ سے آپ نے قرآن کو پڑھنے کا صحیح طریقہ لوگوں تک پہنچانے کی نیت سے ایسا کیا۔



(5) اپنے خاندان کے لوگوں کو ذمہ دار بنایا۔

وضاحت: حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قابلیت کے مطابق لوگوں کو ذمہ داریاں دیتے تھے تھے جس میں کچھ آپ کے رشتے دار بھی تھے اسی لئے ایسا کہنا مناسب نہیں۔

مصر سے ایک بڑا گروہ مدینہ آیا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بات کی اور اپنے اعتراضات کی جواب مانگے تو عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے سوالوں کے جواب دیے اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب سے مطمئن ہو کر واپس جانے لگے تب کسی نے خط لکھ کر مصر والوں سے کہا کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمہارے مصر پہنچتے ہی تمہیں قتل کر دینے کا حکم دیا ہے وہ یہ سن کر واپس مدینہ آئے اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا

حضرت عثمان غنی کے گھر کا محاصرہ:



جب یہ سارے لوگ واپس آئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اب آپ خلافت چھوڑ دیجئے۔ آپ نے یہ کہہ کر خلافت چھوڑنے سے منع کر دیا کہ یہ اللہ کے نبی کی وصیت ہے۔
سنن ترمذی۔ 3705

ان النبي صلى الله عليه وسلم قال: "يا عثمان انه لعل الله يقمصك" قميصا, فان ارادوك على خلقه فلا تخلعه لهم.

”اے عثمان شاید کے اللہ تجھے ایک کرتا پہنائے گا اور اگر لوگ اسے اتروانا چاہیں تو اسے اتار نامت (یعنی اللہ تعالیٰ تم کو حکومت دے گا اور لوگ تم سے حکومت چھین لینے کی کوشش کریں گے لیکن تم حکومت مت چھوڑنا) خوارج نے بیس دن تک حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا بیس دن تک آپ کو گھر میں قید رکھا شروع میں کچھ دن نماز کے لیے جانے کی اجازت دی بعد میں انہیں گھر میں پوری طرح قید کر دیا۔



سوال: حضرت عثمان نے صحابہ کی مدد کیوں نہیں لی؟

جواب: بہت سارے صحابہ آپکی مدد کے لیے آگے آئے جن میں حارثہ بن

نعمان، مغیرہ بن شعبہ، عبداللہ بن زبیر، زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ شامل تھے لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں واپس بھیج دیا کیونکہ وہ مسلمانوں کو آپس میں لڑتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت:

خوارج نے 20 دن تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا

کچھ دن تک کھانا پانی لینے دیتے تھے بعد میں وہ بھی بند کر دیا جب پیاس کی شدت بڑھ گئی تو انہوں نے کہا کہ اے لوگوں، میں نے لوگوں کے لیے



مدینے کے کنویں کو آزاد کروایا تھا کم سے کم مجھے اُس سے پانی پینے دو۔ کھا نا لانے دو لیکن اُنہیں اجازت نہ ملی۔ رات میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا جو کہ ریپے تھے کہ عثمان آؤ کل ہمارے ساتھ افطار کرو۔

12 ذی الحج، 35 ہجری (17 جون، 656 عیسوی) کو آپ نے روزہ رکھ لیا اور جب آپ قرآن۔

کی سورہ بقرہ: 137 کی تلاوت کر رہے تھے،

سیفیکم اللہ –

اللہ تیری حمایت میں عنقریب ان سے بدلہ لے گا۔

پیچھے سے گھر میں گھس کر خوارج نے آپ پر حملہ کر دیا اور آپ کا خون اس قرآن پر گرا جو آپ پڑھ رہے تھے (یہ قرآن آج بھی ترکی کے ایک عجائب گھر میں رکھا ہوا ہے)

79 ، 80 کے بیچ آپ کی عمر تھی اور روزے کی حالت



میں آپ کو شہید کر دیا گیا اور آپ کی شہادت کے ساتھ ہی فتنوں کے دور کا آغاز ہو گیا۔

حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ)

* حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خلافتِ راشدہ کے چوتھے اور آخری خلیفہ تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کو خلافت ملی۔ آپ انتہائی بہادر تھے اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ خُلفائِ راشدین میں آپ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے قریبی رشتہ دار تھے۔ حضرت علی کے نام پر اُمت دو حصوں میں بٹی ہے۔

- * (۱) شیعہ : آپ کی شان میں غلو کرنے والے
- * (۲) اہلسنت و الجماعت : قرآن اور حدیث کی روشنی میں آپ کو ماننے والے۔



* نام اور نصب :

* علی بن ابو طالب (عبد مناف) عبدالمطلب بن ہاشم۔ آپکا نصب سیدھے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا تھا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ کے چچازاد بھائی تھے۔

* والدہ کا نام :

* آپکی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف تھا۔

* ولدیت (پیدائش):

* ۱۳ رجب، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملنے کے دس سال پہلے (۱۳ ستمبر، ۶۰۱ ہجری) مکہ میں آپکی پیدائش ہوئی۔

* کنیت :

* (۱) ابو حسن

* (۲) ابو سبتین

* (۳) ابو ثراب

* یہ لقب (ابو ثراب) حضرت علی رضی اللہ کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا اور حضرت علی



رضی اللہ عنہ اس نام سے بُلائے جانے کو پسند کرتے تھے۔

صحیح بخاری : ۴۳۰

* اِک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما میں کچھ جھگڑا ہو گیا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر آئے اور حضرت فاطمہ سے پوچھا کہ علی کہاں ہیں ؟ حضرت فاطمہ نے بتایا کہ وہ ناراض ہو کر مسجد چلے گئے ہیں اور دوپہر میں قیلولہ کے لیے بھی گھر نہیں آئے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زمین پر لیٹے دیکھا اُنکی پیٹھ کے پیچھے مٹی لگی تھی۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دھول صاف کی اور کہا اُٹھ جا ابو تُراب۔

لقب :

(۱) امیر المومنین

(۲) حیدر



حضرت علی کی خاصیتیں :

- * انتہائی زیادہ بہادر
- * عادل (انصاف کرنے والا)
- * اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے
- * اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے قریبی
رشتہ دار تھے
- * ۱۰ سال کی عمر میں بچوں میں سب سے پہلے ایمان
لانے والے تھے
- * اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہی
گھر میں بڑے ہوئے
- * صحابہ لیوار رسول اسلامی جنگوں میں زیادہ تر
جھنڈا اٹھانے والے

بیویاں اور اولادیں :

- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ۹ بیویاں اور ۲۰
اولادیں تھیں۔ ۱۴ بیٹے اور ۶ بیٹیاں تھیں۔ جب تک
حضرت فاطمہ حیات تھیں تب تک آپ نے دوسرا
نکاح نہیں کیا اور ایک وقت پر آپ کی چار بیویاں ہوتی
تھیں۔



حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے
اولادیں :

(۱) حسن - (۲) حسین - (۳) محسن
(۴) زینب کبرا - (۵) أم کلثوم کبرا

أم بنین بنت ہزم اولادیں :
(۱) عباس - (۲) جعفر - (۳) عبداللہ - (۴) عثمان

لیلہ بنت مسعود سے اولادیں :
(۱) عبداللہ (۲) ابو بکر

اسماء بنت اومیس سے اولادیں :
(۱) یحییٰ - (۲) محمد اصغر -

صحابہ بنت زمہ اولادیں :
(۱) عمر - (۲) رقیہ

أم سعید سے اولادیں :
(۱) أم حسن - (۲) رملہ



ماہیات سے اولاد :
(۱) جاریہ۔

عُمامہ بنت عبدالآس سے اولاد :
(۱) محمد اوست۔

خولہ بنت جعفر سے اولاد :
(۱) محمد ابن الحنفیہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور مقام :
(۱) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہ مقام دیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون تھے۔

بخاری: ۴۴۱۶

غزوہ تبوک میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لیے مدینہ میں رُکنے کو کہا۔ حضرت علی نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ میں ساتھ چلنے کی گزارش کی کیونکہ منافق حضرت علی کا مذاق بنانے لگے تھے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ



وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا تو میرے لیے ویسا بے جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے، پر میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔

(۲) اللہ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ سے محبت کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ، اللہ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۳۷۰۲)

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ اکرام سے کہا کل میں ایسے انسان کے ہاتھ میں جنگ کا جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اُسکے رسول سے محبت کرتا ہے اور جسے اللہ اور اُسکے رسول محبت کرتے ہیں۔ صحابہ اکرام صبح کے وقت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آس لگائے رہے کہ وہ شخص کون ہوگا۔ اللہ کے نبی نے فرمایا، علی کہاں ہے؟

صحابہ اکرام نے بتایا کہ اُنکی آنکھ میں تکلیف ہے آپ نے کہا اُنہیں بلاؤ۔ جب حضرت علی آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دھن اُنکی آنکھ پر



لگایا، حضرت علی کہتے ہیں کہ اُسکے بعد ایسا
لگامانوں کوئی تکلیف ہی نا تھی۔ اللہ کے نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے اُنکے ہاتھ میں جھنڈا دیا اور ارشاد
فرمایا : جنگ سے پہلے اسلام کی دعوت دینا، تیرے
ذریعے اللہ تعالیٰ نے کسی کو ہدایت دے دی تو تیرے
لیے سُرخ اُونٹنی سے بہتر ہے ۔

(۳) اللہ اور حضرت جبرائیل علی سے محبت کرتے تھے

سنن طبرانی: 8145

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی
رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جبرائیل کہہ رہے ہیں کہ
میں علی سے محبت کرتا ہوں ۔ حضرت علی نے کہا
کہ میں نے ایسا کون سا عمل کیا ہے جس سے
جبرائیل مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ کے نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرائیل سے اوپر
اللہ بھی تجھ سے محبت کرتا ہے۔



۴) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا میں جس کا ولی ہوں وہ علی کو بھی اپنا ولی مانتا ہے۔
مسند احمد 22916

۵) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رض اللہ عنہ کے لئے دعا کی۔ سنن طبرانی: 5133
اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے دعا کی
اے اللہ رب العالمین علی کی مدد کر، اے رب العالمین
علی کو عزت عطا کر۔

۶) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی پر
بھروسہ کرتے تھے۔
اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے وقت
اپنے بستر پر لوگوں کی امانت لوٹانے کے لئے حضرت
علی کو لٹایا۔

۷) زیادہ تر جنگوں میں مبارزت کرنے والے حضرت
علی ہوئے۔



۸) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہت محبت کرتے تھے۔ سنن ترمذی: 3712
اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں علی سے ہوں اور علی مجھ سے ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خلافت ملنا۔

12 ذی الحج، 35 ہجری آپ کو خلافت ملی اور 5 سال آپ کی خلافت رہی۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان 5 لوگوں میں سے کسی کو خلیفہ بنایا جانا تھا جن کے نام حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بتائے تھے:
۱. حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۲. حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ
۳. حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
سبھی لوگوں کی رضامندی سے حضرت علی کو
خلیفہ بنایا گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی
شہادت کے بعد مدینہ میں خوف کا ماحول ہو گیا
تھا کیونکہ مدینہ کے ایک بڑے حصے میں خوارج کا
قبضہ ہو گیا تھا اور جنگ کے سلسلے میں صحابہ
کرام مدینہ سے باہر تھے ایسے ماحول میں حضرت
علی نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی۔ 5 سال تک
آپ کی حکومت رہی اور یہ پورا وقت آپس کی
جنگوں میں گزر گیا۔

حضرت علی کی خلافت کے بڑے کام اور واقعات:
۔ حضرت علی کے دور میں دو سیاہ (کالی) جنگیں
ہوئیں۔ جس میں مسلمان آپس میں ایک دوسرے
کے مقابلے میں کھڑے تھے اور ان جنگوں میں
مسلمانوں نے مسلمانوں کا خون بہایا

1, جنگ جمل: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی



شہادت کے بعد امیر معاویہ نے حضرت عائشہ،
حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور دوسرے صحابہ کی
موجودگی میں کہا کہ حضرت عثمان کی شہادت کا
قصاص لیا جائے۔ حضرت علی اور معاویہ کے بیچ
اختلاف ہو گیا کیونکہ حضرت علی حالات کی
نزاکت کو دیکھتے ہوئے ایسا نہیں کرنا چاہتے تھے۔

اتلاف اتنا بڑھ گیا کہ اس کے نتیجے میں امیر معاویہ
اور حضرت علی کے بیچ جنگ ہو گئی اور مسلمان کا
خون بہا۔

2, جنگ صفین:

یہ جنگ بھی حضرت علی اور امیر معاویہ کے بیچ
ہوئی۔ 2 لوگوں کو بات کرنے کے لئے بھیجا گیا اور
جنگ کو ختم کیا گیا۔



3, دارلخلافہ کو مدینہ سے ہٹا کر کوفہ (عراق) میں
شفٹ کیا گیا۔

4, خوارج اور شیعہ کا ظاہر ہونا ۔

حضرت علی رض اللہ عنہ کی شہادت:

کوفہ میں حضرت علی کو 17 رمضان 40 ہجری
(24 جنوری 661 AD) 60 سال کی عمر میں عبد
الرحمن بن ملجم نے فجر کی نماز کے وقت سر پر
تلوار مار کر شہید کر دیا ۔

شیعہ:

لغوی معنی: شیعہ کا لغوی معنی ہے مددگار
اصطلاحی معنی: ہر وہ انسان جو حضرت علی رضی
اللہ عنہ کو تینوں خلیفائوں سے زیادہ افضل مانتا ہے
اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ خلافت کا حق حضرت
علی رضی اللہ عنہ کا تھا جسے چھین لیا گیا اسے شیعہ
کہتے ہیں۔



شیعیت کی بنیاد ڈالنے والا شخص عبداللہ بن سبا
یہودی تھا۔

سوال : شیعوں نے حضرت علی کو ہی کیوں چنا؟

جواب : حضرت علی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے داماد تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی
سب سے چہیتی بیٹی کے شوہر تھے۔ اللہ کے نبی صلی
اللہ علیہ وسلم آپ سے بہت محبت کرتے تھے اس
لئے ان کا نام لیکر یہودی کوئی بھی سازش کر سکتے
تھے جسے کوئی رد نہیں کر سکتا۔

شیعوں کے مشہور فرقے:

- (۱) بوہرا
- (۲) زیدیہ
- (۳) اسنان اشعریہ



۴) امامیہ
۵) جعفریہ

شیعوں کا بنیادی عقیدہ:

1) پنجتانی کا عقیدہ:

شیعہ محمد ، علی ، فاطمہ ، حسن اور حسین کو
مانتے ہیں باقی صحابہ کو مرتد مانتے ہیں ۔

2, خلافت کا عقیدہ:

شیعہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے بعد خلافت کا حق حضرت علی کا تھا
جسے ان سے چھین کر حضرت ابوبکر صدیق ،
حضرت عمر بن خطاب ، حضرت عثمان غنی عنہما
کو دے دیا گیا۔
رد: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات



میں، جب بیماری کی شدت بڑھ گئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ امامت کرنے کے لئے پسند کیا اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں حضرت ابوبکر صدیق نے 17 نمازیں پڑھائیں۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا سے رخصتی کے بعد صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت لے کر انہیں خلیفہ چنا، حضرت علی بھی ان میں شامل تھے۔

صحیح البخاری: 664

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں جب نماز کا وقت آیا اور اذان دی گئی تو آپ نے فرمایا ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں۔
یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ بننے کا حق حضرت ابوبکر صدیق رکھتے تھے۔

4, امامت کا عقیدہ:

شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ کل بارہ امام ہیں اور وہ سب معصوم عنہ الخطا ہیں یعنی ان سے کوئی غلطی ہو نہیں سکتی۔

وہ بارہ امام؛

(۱) حضرت علی

(۲) حضرت حسین

(۳) حضرت حسن

(۴) حضرت علی بن حسین (زین العابدین)

(۵) محمد الباقر

(۶) جعفر صدیق

(۷) موسیٰ کاظم

(۸) علی رضا

(۹) محمد جواد

(۱۰) علی ہادی

(۱۱) حسن عسکری

(۱۲) وہیں امام کو شیعہ امام غائب کہتے ہیں ان کے



بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ وہ قیامت کے قریب
ظاہر ہونگے۔

4, تقیہ کا عقیدہ:

تقیہ کا مطلب ہے چھپانا اور شیعوں کا ایسا عقیدہ
ہے کہ سامنے والے کو دیکھ کر اس جیسے بن جاؤ اور
اپنا عقیدہ ظاہر نا کرو۔

رد: اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جن کا ظاہر
کچھ اور باطن کچھ اور ہو۔

صحیح البخاری 7179

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ
تعالیٰ کے نزدیک سب سے برا انسان وہ ہے جو دو
چہرے لے کر گھومے۔

5, قرآن مکمل نا ہونے کا عقیدہ:

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن مکمل نہیں ہے اور
حضرت علی کی فضیلت والی آیتوں کو خلیفاؤں نے

چھپا لیا۔

رد: قرآن کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ رب العالمین نے اپنے اوپر لیا ہے اس لئے قرآن میں سے کچھ بھی چھپانا ممکن نہیں۔

سورة الحجر: 9

آنا نحن نزلنا الذكر وانا له لحفظون (۹)
ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

6, صحابہ کرام کو مرتد ماننا:

شیعہ کچھ صحابہ کرام کے علاوہ باقی کے سبھی صحابہ کو مرتد کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے جانے کے بعد مرتد ہو گئے (گمراہ ہو گئے) اور اپنی مجلسوں میں ان کی شان میں بد کلامی کرتے ہیں۔
رد: (۱) اللہ تعالیٰ پہلے پہل ایمان لانے والے صحابہ سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

سورة التوبه 100

والسابقون الاولون من المهاجرين و الانصار و الذين
اتبعوهم باحسان ‘ رضى الله عنهم و رضوا عنه و
اعدلهم جنت تجري تحتها الانهر خلدین فیہا ابدًا”
اور مهاجرين اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان
لائے اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی،
اللہ ان سب سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہیں
اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں
جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ، جن میں وہ ہمیشہ
ہمیشہ رہیں گے۔

(۲) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام
کو برابرہلا کہنے سے منع کیا
صحیح البخاری: 3673

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: میرے
صحابہ کو گالی نہ دو۔ میرے صحابہ کو گالی نہ دو،
تم میں سے اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر
دے تو میرے صحابہ کے ایک مٹھی خرچ کرنے کے
برابر بھی نہیں پہنچ سکتا ۔



(7) بدھا کا عقیدہ:

ان کا ماننا ہے کہ اللہ کو چیزیں ظاہر ہوتی ہیں یعنی
اچانک پتہ چلتی ہیں۔
رد: اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے۔

(8) راجعات کا عقیدہ (واپس لوٹنے کا عقیدہ):

شیعہ عقیدے کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ
دنیا میں واپس لوٹیں گے۔
صحیح مسلم: 4885

جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ان کی روحیں
جنت می سبز پرندوں کے اندر ہوتی ہیں اور جہاں
چاہے جنت میں کھاتی پیتی ہیں۔ ان کے رب نے ان سے
پوچھا، کیا تمہیں کسی چیز کی خواہش ہے؟
انہوں نے کہا، ہم کیا خواہش کریں گے ہم جنت
میں جہاں چاہیں گھومتے اور کھاتے پیتے ہیں۔
اللہ نے تین بار ایسا پوچھا جب انہوں نے دیکھا کہ



جب تک جواب نہیں دینگے انہیں چھوڑا نہیں جائیگا
تو انہوں نے جواب دیا،
اے ہمارے رب!
ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری روحوں کو ہمارے
جسموں میں لوٹا دیا جائے، یہاں تک کہ ہم دوبارہ
تیری راہ میں شہید ہو جائیں۔
جب اللہ دیکھے گا کہ انہیں کوئی حاجت نہیں تو
انہیں چھوڑ دیا جائے گا۔

10 Sahaba (R.A) yani Ashrah Mubashrah :

1. ABU BAKAR SIDDIUE (R.A)
2. UMAR BIN KHATTAB (R.A)
3. USMAN BIN AFFAN (R.A)
4. ALI BIN ABI TALIB (R.A)
5. TALHA BIN UBAYDULLAH (R.A)



6. ZUBAIR BIN AWWAM (R.A)
7. ABDUR REHMAN BIN AWF (R.A)
8. SA'D BIN ABI WAQQAS (R.A)
9. SA'YEED BIN ZAYD (R.A)
10. ABU UBAIDAH BIN JARRAH (R.A)

ام المؤمنین سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ
عنها

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک روز حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے
اور عرض کی : سیدہ خدیجہ برتن ہاتھ میں لئے
تشریف لا رہی ہیں جس میں کھانے پینے کے لئے کچھ
ہے . جب وہ آپ کے پاس آجائیں تو انہیں اللہ رب
العزت کا اور میرا سلام کہنا اور جنت میں ایک ایسے



گھر کی بشارت دینا جو مروارید کا بنا ہوا ہے اور اس کو یا قوت سے آراستہ کیا گیا ہے، پر سکون ایسا کہ اس میں کوئی شور و غمانہ ہوگا اور نہ ہی اس میں محنت و مشقت کی تھکن ہوگی.. (بخاری شریف)

وفا کی تصویر، سچائی، خوگر، مجسمہ اخلاق، پاکیزہ سیرت و بلند، گدازدل، جاں پر سوز، فہم و فراست، عقل و دانش اور جود و وسخاکی پیکر، ناز و نعم میں پلی ہوئی، دولت جس کے آنگن میں ہن کی طرح برستی رہی، جسے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا جسے اللہ رب العزت نے جبریل علیہ السلام کے ذریعے آسمان اے سلام بھیجا، جسے سب سے پہلے جنت کی بشارت دی گئی، جسے حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں چوبیس سال اور چند ماہ رہنے کی سعادت حاصل ہوئی، جس کے گھر میں آسمان سے وحی نازل ہوتی رہی، جس نے شعب ابی طالب میں رسول اللہ کے ساتھ محصور رہ کر رفاقت، محبت، وارففتگی اور ایثار کا مثالی کردار پیش کیا، جس نے اپنی ساری دولت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈھیر کر



دی ، جس کی قبر میں ہادی برحق صلی اللہ علیہ
والہ وسلم دفن کرنے سے پہلے خود اترے اور لحد کا
بچشم خود جائزہ لیا اور اپنے ہاتھوں سے جسد اطہر
کو قبر میں اتارا ، سرور عالم کی ہمدرد و غمگسار
رفیقہ ء حیات ، خاتون جنت فاطمة الزہیرہ کی والدہ
، نوجوانان جنت حسنین کی نانی ، امیر المومنین
ذوالنورین عثمان بن عفان اور امیر المومنین علی
المرتضیٰ کی خوش دامن جسے تاریخ میں سیدہ ،
طاہرہ و صدیقہ خدیجۃ الکبریٰ کے نام سے یاد کیا
جاتا ہے . آئیے اس خاتون جنت کی رشک بھری زندگی
کا دل آویز تذکرہ تاریخ کے آئینے میں دیکھتے ہوئے
اپنے تاریک دلوں کو روشنی بہم پہنچائیں..

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں
کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین
پر چار لکیریں لگائیں اور فرمایا کیا تم جانتے ہو ان
لکیروں سے کیا مراد ہے ؟



سب ہم نشین صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہ اجمعین نے ادب و احترام سے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لکھروں سے کائنات کی افضل و برتر چار خواتین مراد ہیں ' جن کے نام یہ ہیں۔

(1) خدیجہ بنت خویلد

(2) فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(3) مریم بنت عمران

(4) آسیہ بنت مزاحم (فرعون کی بیوی)

حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ام المومنین ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو لسان رسالت نے خواتین کی جنت کی سردار ہونے کا مژدہ جانفزا سنایا۔ حضرت مریم بنت عمران کو حضرت عیسیٰ ۴ کی والدہ ہونے کا اعزاز نصیب ہوا۔ جنہیں اللہ رب العزت نے اپنی حکمت بالغہ سے بغیر باپ کے پیدا کیا۔ اور آسیہ بنت مزاحم کے آنگن میں برگزیدہ پیغمبر موسیٰ ۴ نے پرورش پائی۔ اس نے فرعون کو یہ مشورہ دیا تھا کہ موسیٰ کو اپنا بیٹا



بنالیں جبکہ فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل عام کر رہا تھا۔ اس خاتون جنت نے صرف موسیٰ ۴ کی پرورش کرنے کی سعادت ہی حاصل نہیں کی بلکہ ان کی نبوت کو تسلیم کرتے ہوئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر ایمان لانے کا اعزاز بھی حاصل کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی خدیجۃ الکبریٰ کا تذکرہ کرتے تو بہت زیادہ تعریف و توصیف فرماتے۔ میرے سامنے اکثر و بیشتر ان کے احسانات کا تذکرہ ہوتا۔ ایک دن میں نسوانی غیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکچرو بیشتر سرخ چوڑے جبرے والی بڑھیا کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بہتر بیوی عنایت کردی ہے۔ میری یہ تلخ باتیں سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ خاطر ہوئے اور لمبی آہ بھر کر ارشاد فرمایا:



”ابھی تک اس سے بہتر بیوی مجھے نہیں ملی ۔
عائشہ ! سنو ، وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب
عام لوگوں نے میرا انکار کیا ، اس نے ایسے وقت میری
تصدیق کی جب بیشتر لوگوں نے مجھے جھٹلایا ،
اس نے اپنے مال و دولت سے میری مدد کی جب کہ
دوسروں نے مجھے جی بھر کر ستایا اور اللہ سبحانہ
و تعالیٰ نے اس سے مجھے اولد کی نعمت بھی عطا
کی۔“

سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا 556ء کو
مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ کی والدہ کا نام
فاطمہ بنت زائد بن اصم تھا اور والد کا نام خویلد بن
اسد بن عبدالعزیٰ۔ یہ قریش کا ہر دلعزیز سردار تھا۔
اس کا پیشہ تجارت تھا ، مال و دولت کی فراوانی تھی۔
اس کا انتقال معروف مشہور جنگ فجار میں ہوا۔

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی الہ عنہا نے ہوش
سنبھالتے ہی گھر میں پیسے کی ریل پیل دیکھی۔ جوان
ہوئی تو ان کا نکاح ہوا ابو ہاتہ مالک بن نباش بن

زرارہ تمیمی سے ہوا۔ اس سے آپ کے ہاں ھالۃ اور ہند پیدا ہوئے۔ سیدہ خدیجہ اپنے خاوند کو بہت بڑے تاجر کے روپ میں دیکھنا چاہتی تھی ، اس لئے اہتمام بھی کر دیا گیا تھا ۔ مالی وسائل کی بھی کوئی کمی نہی تھی۔ لیکن اس کی زندگی نے وفا نہ کی ، اور وہ داغ مفارقت دیتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔ کچھ عرصے کے بعد عتیق بن عائز بن بن عبداللہ مخذومی کے ساتھ نکاح ہوا اور ان کے ہاں ایک بیٹی ہندہ پیدا ہوئی۔ لیکن اس کے ساتھ نباہ نا ہوسکا اور دونوں میں علیحدگی ہوگئی ، اس کے بعد سیدہ خدیجہ الکبری نے اپنی تمام تر توجہ اولاد کی تربیت اور تجارت کے فروغ میں صرف کرنا شروع کردی۔ کاروبار میں اس قدر ترقی اور وسعت ہوئی کہ یہ دیکھتے ہی دیکھتے قریش کی سب سے مال دار عورت بن گئیں۔ ان کا طریقہ کار یہ تھا کہ محنتی ، دیانت دار اور سلجھے ہوئے افراد کو مضاربت کی بنیاد پہ مال تجارت سپرد کرتیں اور یہ ان سے مال لے کر شام کی منڈی میں فروخت کے لئے لے جاتے اور وہاں سے مال خرید کر مکہ کی منڈی میں لاتے اور جو نفع حاصل ہوتا اس میں سے نصف ان کو دے دیا



جاتا۔ جب سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے مکہ معظمہ میں محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت ، امانت اور حسن اخلاق کا چرچا سنا تو آپ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرا مال تجارت شام لے جانا پسند فرمائیں تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔ آپ نے یہ پیش کش بخوشی قبول فرمائی۔ سیدہ

خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنا غلام میسرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے ہمراہ کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مال لے کر شام تشریف لے گئے تو وافر مقدار میں نفع حاصل ہوا۔ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کے غلام میسرہ نے دوران سفر عجیب و غریب مناظر کا مشاہدہ کیا۔ جس سے اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میسرہ آپ کے حسن اخلاق، طرز کلام، سنجیدگی، خندہ پیشانی اور گفتار کی شہینہ سے اس قدر متاثر ہوا کہ آپ کا دل و جان سے گرویدہ ہو گیا۔

شام سے واپس آتے ہوئے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر آرام کے لئے ایک درخت کے نیچے



تشریف فرما ہوئے تو ایک مشہور و معروف نسطورا نامی یہودی راہب دیکھ رہا تھا۔ اس نے میسرہ کو اپنے پاس بلا کر پوچھا کہ وہ درخت کے سائے میں جلوہ افروز ہونے والا کون ہے؟ میسرہ نے وری تفصیل کے ساتھ سب کچھ اسے بتا دیا۔ اس نے کہا: میری بات یاد رکھنا، یہ مستقبل میں نبوت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوگا، کیونکہ اس درخت کے نیچے آج تک نبی کے علاوہ کوئی دوسرا سستانے کے لئے نہیں بیٹھا۔

یہ بات سن کر میسرہ کو تعجب کے ساتھ ساتھ بے پناہ مسرت بھی ہوئی کہ میں کتنا خوش نصیب ہوں، مجھے عظیم ہستی کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ دوران سفر میسرہ نے شام سے مکہ تک یہ حیرت انگیز منظر بھی دیکھا کہ دو فرشتے آپ کے سر پہ سائے کے لئے سائبان تانے جا رہے ہیں۔ تاکہ دھوپ کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ ہو۔

میسرہ نے مکہ واپس پہنچنے پر سفر کی مکمل روئیداد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گوش گزار

کی۔ یہ ساری دلپذیر داستان سن کروہ دلی طور ر بہت متاثر ہوئیں اور وہ اس نہج پر سوچنے لگیں کہ کیوں نا آپ کو اپنا سرتاج اور دل کا محرم بنانے کی مودبانہ التماس کی جائے۔ اگر منظور ہو جائے تو زیہ نصیب لیکن اس کا اظہار کیسے ہو؟ کیونکہ میں نے تو سارساران قریش میں سے ہر ایک کی پیش کش کو ٹھکرا دیا تھا، میں نے کسی کو بھی پرکاش کی حثیت نہیں دی، سرداران قریش کیا کہیں گے۔ معلوم نہیں خاندان کے افراد کا کیا رد عمل ہوگا؟ یہ بھی پتہ نہیں کے میری یہ پیشکش شرف قبولیت حاصل کرتی ہے یا نہیں؟

انہی خیالات وافکار میں شب و روز گزرنے لگے، دل۔ اچاٹ رہنے لگا، ایک روز خواب آئی۔ کیا دیکھتی ہیں کہ چمکتا لوا سورج گھر کے آنگن میں اتر آیا ہے جس سے ہوپورا گھر جگمگا اٹھا۔ آنکھ کھلی تو حیرت کی انتہا نہ رہی۔ تورات و انجیل کے مشہور و معروف عالم ورقہ بن نوفل سے خواب کی تعبیر پوچھی۔ یہ سیدہ خدیجہ کے چچازاد بھائی تھے اور نابینا ہوچکے تھے۔ انہوں نے خواب سن کر مسکراتھ

ہوئے کہا : خوش ہو جاو یہ چمکیلا سورج جو تیرے
گھر کے آنگن میں اترتا دیکھائی دیا ، یہ نور نبوت ہے
جو تیرے نصیب میں آئے گا ، اور تم اس سے فیض
حاصل کرو گی۔

اس خواب کے بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے
قلب و نظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
خیال چھا گیا اور آپ کی محبت رگ و ریشے میں
سرایت کر گئی لیکن کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا کہ
کس طرح آپ تک پیغام پہنچایا جائے۔ سیدہ خدیجہ
رضی اللہ عنہا کی ایک گہری سہیلی نفیسہ بنت حبه
اس ساری صورتحال سے آگاہ تھی۔ ایک دن اس نے
ازراہ مذاق کہا : اللہ رے یہ دلنشین خاموشی یہ پر
اسرار سکوت ، فضائوں میں اداس نگاہوں کی
دلفریب گردش ، یہ بجھی بجھی طبعیت ، یہ اداسی
اور یہ گھٹن اور خود کلامی کے بے چین لمحے۔ کچھ
بولو تو سہی۔ اسی طرح اٹھکیاں کرتے ہوئے یک دم
سنجیدہ کو کر کہنے لگی : جانے دو یہ بھی کوئی کام
ہے ، یہ مشکل تو میں حل کئے دیتی ہوں۔ وہاں سے
اٹھی ، سیدہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلی



گئی۔ سلام عرض کیا ، خیریت و دریافت کی اور کہا ”
ایک ذاتی سوال اگر محسوس نا کریں تو عرض
کروں۔

آپ نے فرمایا : ہاں کہو کیا بات ہے؟
عرض کیا : آپ نے ابھی تک شادی کیوں نہی کی؟
فرمایا : میرے پاس مالی گنجائش ہی نہیں جس سے
شادی کے اخراجات پورے کر سکوں۔
اس نے کہا : میں ایک مال دار ، خاندانی اور حسین و
جمیل خاتون کی نشان دہی کروں جو آپ سے شادی
کرنے کی دلی رغبت رکھتی ہے ، کیا آپ کو منظور ہے؟
فرمایا : وہ کون ہے؟
عرض کیا : خدیجہ بنت خویلد
آپ نے فرمایا اگر وہ رضامند ہے تو مجھے قبول ہے۔

یہ جواب سن کر نفیسہ خوشی سے جھوم اٹھی اسی
وقت جا کر اپنی سہیلی کو مسرت بھرا پیغام سنایا ،
تو اس کے نصیب جاگ اٹھے ، اس کا انگ انگ مسرت
وشادمانی سے جھوم اٹھا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت پچیس



برس تھی۔ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس برس۔

آپ کے چچا ابوطالب اور امیر حمزہ سیدہ خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد کے پاس شادی کا پیغام لے کر گئے ' شادی کی تاریخ مقرر ہوئی ' طرفین سے عزیز و اقارب اکٹھے ہوئے ' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ کو بھی اس خوشی کی تقریب میں بطور خاص بلایا گیا۔ جب وہ فارغ ہو کر واپس جانے لگیں تو سیدہ خدیجہ نے چالیس بکریاں اور ایک اونٹ اور بہت سا گھریلو سامان دے کر رخصت کیا۔ کیونکہ اس نے ان کے سرتاج کو بچپن میں دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی تھی۔

شادی کے بعد دن تیزی سے گزرنے لگے ' اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قاسم ' عبداللہ ' زینب ' رقیہ ' ام کلثوم اور فاطمہ جیسی ہونہار اولاد عطا کر کے آنگن آباد کر دیا ' ہر طرف بہاریں ہی بہاریں اور ہر سو مسرت و شادمانی کے دلکش نظارے لیکن آپ کی



طبعیت دن بدن دنیا کی رعنائیوں سے اچاٹ ہونے لگی۔ آپ سال میں مکمل ایک ماہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر غار حراء میں مصروف عبادت رہنے لگے، وہاں پوری یکسوئی کے ساتھ ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ ایک روز الہ کا کرنا ایسا ہوا کہ کسی نے آپ کو بغل میں لے کر خوب دبایا، پھر چھوڑ دیا اور کہا کہ اے محمد پڑھو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تو پڑھا ہوا نہیں! بھلا کیا پڑھو؟ اس نے بار بار بغل میں دبا کر یہ جملہ دہرایا۔ آپ نے ہر دفعہ اس کو یہی جواب دیا۔ آخر میں اس نے یہ الفاظ پڑھ کر سنائے جو قرآن کریم کی زینت بنے۔

ترجمہ :



“پڑھو (اے صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔ جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے زریعے علم سکھلایا۔ انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔“

اس کے بعد بغل گیر ہونے والا غائب ہو گیا۔ اس روز آپ گھبرائے ہوئے گھر آئے۔ آپ کا جسم کانپ رہا تھا۔ سیدہ خدیجہ سے کہا: زملونی، زملونی، دثرونی، دثرونی۔ مجھے کمبل دے دو اور ڈھنے کے لئے مجھے چادر دے دو شدید سردی محسوس ہو رہی ہے۔ آپ کو کمبل فراہم کیا گیا، آپ آرام سے لیٹ گئے۔ جب زرا سکون ہوا تو فرمانے لگے مجھے اپنی جان کا خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔

وفا کی پیکر، صدق و صفا کی خوگر رفیقہ حیات نے تسلی دیتے ہوئے عرض کی: میرے سرتاج گھبرائے نہیں، اللہ آپ کی حفاظت کرے گا۔ آپ کو کبھی بھی رسوا ہونے نہی دیگا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، ہمیشہ سچ بولتے ہیں، دوسروں کا بوجھ



اٹھاتے ہیں ، مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصیبت زدہ کی مدد کرتے ہیں۔

اپنی ہمدرد اور غمگسار رفیقہ حیات کی زبان سے یہ باتیں سن کر آپ کے دل کو اطمینان ہوا۔ تو سیدہ خدیجہ آپ کو اپنے ساتھ لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئی۔ یہ ماجرا اسے کہہ سنایا تو اس نے ساری داستان بڑے غور سے سنی اور یہ جواب دیا :

غار حرا میں بغل گیر ہونے والا تو وہی مقدس پیغام رساں ہے جو موسیٰ ۴ کے پاس آیا کرتا تھا۔ کاش اس وقت میری زندگی ہو جب قوم انہیں وطن سے نکال دے گی۔

آپ نے تعجب سے پوچھا کیا واقعی میری قوم مجھے وطن سے نکال دے گی ؟

اس نے یقین بھرے انداز سے کہا : ہاں ! تاریخ گواہ ہے آپ جیسی ذمہ داری جس کو بھی سونپی گئی اس کی قوم نے اس کے ساتھ یہی سلوک کیا۔ اگر میں



زندہ رہا تو اس وقت آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔
تورات و انجیل کے ماہر ورقہ بن نوفل نے اس موقع
پر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کرتے
ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

فان يك حقا يا خديجة فاعلمى
حديثك ايانا فاحمد مرسل
و جبريل ياتيه و ميكال معهما
من الله روح يشرح الصدر منزل

”اے خدیجہ جو آپ نے میرے ساتھ بات کی ہے اگر
یہ حقیقت ہے تو خواب اچھی طرح جان لیجئے کہ
قابل ستائش اللہ کا پغمبر ہے۔ جبریل علیہ السلام
اس کے پاس آتے ہیں اور ساتھ میکال فرشتہ بھی ہوتا
ہے ان کو اللہ کی جانب سے روح اللامین بنا کر
اتارا جاتا ہے جو آپ کے لئے صدر کا باعث بنتا ہے۔“

سیدہ خدیجہ الکبریٰ کے لخت جگر قاسم اور
عبداللہ تو بچپن میں ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اپنی
لاڈلی بیٹی رقیہ زوجہ عثمان غنی کو حبشہ کی
ہجرت کے لئے دل پر پتھر رکھ کر رخصت کیا

کیونکہ کفار کی طرف اذیت ناک تکالیف سے دوچار ہونا پڑتا۔ جب کفار مکہ نے دیکھا ہمارا کوئی حربہ کارگر ثابت نہیں ہو رہا، اسلام کی شہرت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے تو انہوں نے باہمی مشورے سے رسول اکرم کے قبیلے بنو ہاشم کے ساتھ مکمل سیاسی و اقتصادی بائیکاٹ کا فیصلہ کر لیا جسے تاریخ میں محاصرہ شعب ابی طالب کی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سیدہ طاہرہ خدیجہ الکبریٰ نے جس کی پوری زندگی ناز و نعم میں گزری تھی شعب ابی طالب میں نہایت صبر و استقبال کے ساتھ تمام اقتصادی مشکلات و مصائب کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ یہ المناک واقعہ نبوت کے ساتویں سال پیش آیا۔ محاصرہ اتنا شدید تھا کہ بچے بھوک اور پیاس کی بنا پر بلبلا اٹھے اور بڑوں کو درختوں کے پتے کھا کر گزارا کرنا پڑا۔ لیکن یہ ساری اندوہناک تکالیف جان نثاران اسلام کو اللہ کی راہ سے ہٹانے کا باعث نہ بن سکیں بلکہ فرزندانا سلام اس بھٹی سے کندن بن کر نکلے۔



سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ کو اوصاف حمیدہ اور اخلاق حسنہ اللہ کو اس قدر پسند آئے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کو آسمان سے بطور خاص سلام کہنے کے لئے بھیجا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور مجھے بتایا کہ خدیجہ برتن اٹھائے آرہی ہے۔ اس میں کچھ کھانے پینے کا سامان ہے۔ جب وہ آپ کے پاس آئے تو اسے اللہ رب العزت کا اور میرا سلام کہنا اور اسے جنت میں ایک ایسے گھر کی بشارت دینا جو پیرے کا بنا ہوا ہوگا اور اس پر یا قوت سے مینا کاری کی گئی ہوگی نہ اس میں کوئی شور و غوغا ہوگا اور نہ ہی کوئی محنت مشقت ہوگی۔

سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں پہلے بیٹے کا نام قاسم رکھا گیا اور اسی مناسبت سے آپ نے اپنی کنیت ابوالقاسم رکھی۔

دوسرے بیٹے کا نام عبداللہ رکھا اور طیب اور طاہر کے لقب سے بھی پکارا جاتا تھا۔ دونوں بیٹے بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔ دوسرے بیٹے کی وفات پر جب کفار نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نام لیوا نہیں رہا تو اللہ رب العزت نے سورہ کوثر نازل کر دی۔ تیسرا بیٹا ابراہیم علیہ السلام ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوا۔ اس کی ابھی مدت رضاعت ختم نہیں ہوئی تھی کہ حوران جنت الفردوس کا جھولا جھولنے کے لئے راہی ملک عدم ہو گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اسے آخری وقت میں دیکھا تو سانس اکھڑ چکا تھا۔ آپ نے گود میں اٹھایا اور زبان مبارک سے ارشاد فرمایا :

« یا ابراہیم لا تغنی عنک من اللہ شیئا »
”اے ابراہیم حکم الہی کے سامنے ہم تیرے کسی کام نہیں آسکتے۔“

پھر ارشاد فرمایا



﴿ لو لا انه امر حق و وعد صدق و ان آخرنا سيلحق
اولنا لحزنا عليك حزنا هو اشد من هذا و انا بك يا
ابراهيم لمحزونون تبكى العين و يحزن القلب ولا نقول
ما يسخط الرب ﴾

”ہم جانتے ہیں کہ موت امر حق اور وعدہ صادق
ہے، ہم جانتے ہیں کہ پیچھے رہ جانے والے بھی پہلے
جانے والوں کے ساتھ جا ملیں گے اگر ایسا نہ ہوتا تو
تب ہم ابراہیم کا غم اس سے زیادہ کرتے۔ آنکھ روتی
ہے، دل غمگین ہے مگر ہم کوئی بات ایسی نہ کہیں
گے جو رب تعالیٰ کو ناپسند ہو۔“

جس روز ننھے ابراہیم کا انتقال ہوا، اسی روز سورج
گرہن بھی ہوا۔ قدیم عرب کا اعتقاد تھا کہ سورج یا
چاند کسی بڑے آدمی کی موت سے گرہن زدہ ہوتے
ہیں۔ بعض مسلمانوں نے بھی کہنا شروع کر دیا کہ آج
سورج ابراہیم کی موت کی وجہ سے گھنایا ہے۔ یہ بات
سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ
ارشاد فرمایا:



”سورج اور چاند کسی بھی انسان کی موت سے نہیں گہناتے۔ وہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ جب تم گرہن دیکھو تو نماز پڑھا کرو۔“

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں بیٹیاں زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ جوان ہوئیں۔ سب نے اسلام قبول کیا، ہجرت کی سعادت حاصل کی۔ سیدہ زینب کی شادی ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے ہوئی، سیدہ رقیہ کی شادی سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوئی۔ یہ فوت ہوگئیں تو سیدہ ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا گیا۔ اسی بنا پر آپ کو ذوالنورین کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے ساتھ کی گئی۔ تین بیٹیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں فوت ہوئیں لیکن سیدہ فاطمہ الزہراء آپ کی وفات کے چھ ماہ بعد راہی ملک عدم ہوئیں۔



« إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ »

سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ نے تمام بچوں کی پرورش، دیکھ بھال اور تربیت میں بڑا اہتمام کیا اور جس گھر میں ان قدسی صفات بچوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا گیا اسے عظمت، رفعت اور برکت کے چاند لگ گئے کیونکہ طویل عرصے تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھر میں قیام کیا۔ اس گھر میں وحی کے ذریعے قرآن نازل ہوتا رہا۔ سید المرسلین شفیع المذنبین، خاتم النبیین ہجرت تک اسی گھر میں رہائش پذیر رہے۔ یہ عظیم الشان گھر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے نزول کا مرکز بن گیا۔ ہجرت کے بعد اس گھر میں حضرت علی المرتضیٰ کے بھائی حضرت عقیل بن ابی طالب رہائش پذیر ہوئے۔ ان سے یہ گھر کاتب وحی امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ نے اپنے دور حکومت میں خرید کر وہاں مسجد تعمیر کروا دی۔ سبحان اللہ! سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے گھر کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ایسا شرف قبولیت بخشا کہ قیامت تک کے لئے اسے سجدہ گاہ خلائق بنا دیا۔



سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نبی
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعت نماز
صبح اور دو رکعت شام پڑھا کرتی تھیں۔ یہ اس وقت
کا واقعہ ہے جب ابھی نماز فرض نہیں ہوئی تھی
لیکن ایمان لانے کے بعد طبیعت عبادت الہی اور ذکرِ
و فکر کی طرف راغب تھی۔ اس میں انہیں روحانی
لذت محسوس ہوتی۔ اشعت بن قیس کے بھائی
عفیف الکندی بیان کرتے ہیں کہ عباس بن
عبدالمطلب میرے گھرے دوست تھے کیونکہ وہ
اکثر و بیشتر عطریات خریدنے کے لئے یمن میرے پاس
آیا کرتے تھے۔ ایک روز ہم منی کے میدان میں کھڑے
تھے کہ ایک خوبصورت جوان وہاں آیا۔ اس نے
خوب تسلی کے ساتھ ہاتھ پاؤں دھوئے اور سینے پر
ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک باوقار عورت آئی
اس نے بھی ایسے ہی کیا، پھر ایک خوبصورت
ہونہار چھوٹی عمر کا لڑکا آیا وہ بھی ان کے ساتھ
شامل ہو گیا۔ میں نے عباس سے پوچھا بھئی یہ کیا
کر رہے ہیں، یہ کونسا نیا ورزش کا طریقہ ایجاد کر لیا
ہے؟



اس نے کہا: یہ نوجوان میرے بھائی عبداللہ کا بیٹا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس نے ایک نئے دین کا اعلان کیا ہے۔ اس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ اس وقت اللہ کی عبادت کر رہے ہیں۔ یہ عورت اس کی بیوی خدیجہ رضی اللہ عنہا ہے۔ جو سلیقہ شعار، دولت مند اور انتہائی دانشور ہے۔ اس نے نئے دین کو قبول کر لیا ہے اور یہ بچہ میرے بھائی ابو طالب کا بیٹا علی رضی اللہ عنہ ہے۔ کچھ عرصے بعد حضرت عباس بن عبدالمطلب کا یہ یمنی دوست مسلمان ہو گیا تو افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا کاش اس روز نماز میں شریک ہونے والا چوتھا فرد میں ہوتا۔ اس سعادت سے محرومی کا مجھے زندگی بھر افسوس رہے گا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔



اذا خلت الهداية قلبا

نشطت في العبادة اعضاء

جب کسی دل میں رشد و ہدایت اتر آتی ہے
تو جسمانی اعضاء عبادت میں چوکس ہو جاتے ہیں
(بحوالہ عیون الاثر: 1/116، مجمع
الزوائد: 9/222، طبقات ابن سعد: 8/17)

سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہجرت
سے تین سال پہلے 65 سال کی عمر میں داعیء اجل کو
لبیک کہتے ہوئے جنت الفردوس کے سفر پر روانہ
ہو گئیں۔

﴿ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴾

وفات سے چند لمحات پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نزع کی
حالت میں دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا: آپ جس چیز
کو ناپسند کر رہی ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اس
میں خیر و برکت کے خزانے رکھے ہوئے ہیں۔ یہ سن کر
ان کی آنکھوں میں مسرت و شادمانی کی چمک پیدا ہو
گئی۔ زندگی کے آخری لمحات میں سیدہ خدیجہ
رضی اللہ عنہ کی نگاہیں رسول اقدس صلی اللہ علیہ



وسلم کے چہرہ اقدس پر گڑی ہوئی تھیں کہ ان کی پاکیزہ روح قفص عنصری سے پرواز کرگئی۔ مکہ معظمہ کی بالائی جانب مقام حجوں میں ان کی قبر تیار کی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود قبر میں اترے، رفیقہ حیات کے جسد اطہر کو اپنے ہاتھوں سے لحد میں اتارا۔

اس سال آپ کو دو صدمے بے درپے پرداخت کرنا پڑے۔ پہلے آپ کے غمگسار چچا کا سانحہ ارتحال پیش آیا اور پھر سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا راہی ملک عدم ہوئیں۔ اس لئے اس سال کو عام الحزن یعنی سال غم قرار دیا گیا۔ غم کی شدت محض دو محسنوں کے یکے بعد دیگرے داغ مفارقت دے جانے کی بنا پر ہی نہیں تھی بلکہ آپ کو دراصل زیادہ صدمہ اس بنا پر ہوا کہ دونوں ہستیوں کے دنیا سے کوچ کرجانے سے دعوت و ارشاد کے کام میں مشکلات و مصائب میں اضافہ ہونے لگا۔ چچا نے اپنے اثروں سوخ کو بروئے کار لاتے ہوئے ہر مشکل وقت میں آگے بڑھ کر آپ کا دفاع کیا اور رفیقہ حیات سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنے مال و



دولت، وفا شعاری و خدمت گزاری سے آپ کے دل کو تسلی دی۔ اس بنا پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وفات کو شدت سے محسوس کیا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ کی طبیعت بجھی بجھی سی رہنے لگی۔

خولہ بنت حکیم ایک روز تعزیت کے لئے آئی، افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا: سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دنیا سے رخصت ہو جانے سے آپ بڑے غمگین دیکھائی دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیوں نہیں! وہ میرے بچوں کی شفیق ماں تھی، میری غمگسار اور رازداں تھی۔ اس نے مشکل وقت میں میرا ساتھ دیا۔ میری رفاقت میں آکر وہ دنیا کی ہر چیز کو بھول گئی تھی، اس نے محبت وفاداری اور سلیقہ شعاری کا حق ادا کر دیا۔ مجھے وہ بھلا کیوں نہ یاد آئے۔ میں اسے کس طرح بھول سکتا ہوں!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:



« كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أُتِيَ بِالشَّيْءِ يَقُولُ اذْهَبُوا بِهِ إِلَى فُلَانَةٍ، فَإِنَّهَا كَانَتْ صَدِيقَةً لَخَدِيجَةَ »

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی چیز لائی جاتی تو آپ فرماتے کہ یہ چیز فلاں عورت کے گھر پہنچا دو وہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلی تھی۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

« مَا غِرْتُ مِنْ امْرَأَةٍ مَا غِرْتُ مِنْ خَدِيجَةَ مِنْ ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَا »

”میں کسی عورت سے اتنی جزیب نہ ہوتی جتنی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کثرت کے ساتھ اس کا تذکرہ کرتے جو نسوانی غیرت کا باعث بنتا۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:



«ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا ذَبَحَ الشَّاةَ، قَالَ:
أَرْسَلُوهَا أَصْدِقَاءِ خَدِيجَةَ فَذَكَرْتُ لَهُ يَوْمًا فَقَالَ إِنِّي
لأحب حبيبها و في رواية إِنِّي رَزَقْتُ حُبَّهَا»

”نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی
بکری ذبح کرتے تو فرماتے کہ گوشت خدیجہ کی
سہیلیوں کے گھر پہنچا دو۔ میں نے ایک روز آپ کے
سامنے اس روئے کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: جن سے
خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تعلق خاطر تھا میں بھی
انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ میرے دل میں
خدیجہ رضی اللہ عنہ کی محبت گھر کر چکی ہے۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول
اللہ صلی وسلم جب بھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ
عنہا کا تذکرہ کرتے تو دیر تک اس کی تعریف میں
رطب اللسان رہتے۔ اس کے لئے بخشش کی دعائیں
کرتے۔

ایک روز جب آپ نے میرے سامنے تذکرہ کیا تو
مجھ سے نہ رپا گیا۔ مجھے غیرت آئی اور میں نے آپ
کے سامنے کہا: آپ کیا آئے دن اس بوڑھی عورت کا ذکر



چھیڑ بیٹھتے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ کو اس سے بہتر بیویاں عنایت کی ہیں۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی طرف دیکھا کہ غصے سے سرخ ہو چکا ہے۔ یہ صورتحال دیکھ کر میرے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ میں نے اپنے دل میں یہ دعا کی:

”الہی اگر تیرے رسول مقبول علیہ السلام کا غصہ کافور ہو گیا تو میں آئندہ آپ کے سامنے اس طرح کبھی بات نہیں کروں گی۔“

رسول اللہ صل وسلم نے جب میرے اضطراب اور بے چینی کا مشاہدہ کیا تو شفقت بھرے انداز میں کہنے لگے عائشہ تم نے یہ بات کیسے کہہ دی؟

﴿وَاللّٰهُ لَقَدْ اٰمَنَتْ بِیْ اِذَا کَفَرْتُ بِالنَّاسِ وَاَوْتِنِیْ اِذَا رَفَضَنِیْ النَّاسَ وَصَدَّقْتَنِیْ اِذَا کَذَّبَنِیْ النَّاسُ﴾

”اللہ کی قسم وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب لوگوں نے میرے انکار کیا، اس نے مجھے جگہ دی جب لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا اور اس نے میری تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا۔“

اسی طرح کی خواتین کا کردار دیکھ کر ایک شاعر نے
کیا خوب کہا ہے:

وَلَوْ كَانَ النِّسَاءُ كَمَا فَقَدْنَا
لَفُضِّلَتْ النِّسَاءُ عَلَى الرِّجَالِ

”اگر عورتیں ایسی ہی ہوں جیسی آج ہم کھو بیٹھے
ہیں تو ایسی عورتوں کو مردوں پر فوقیت دے دی
جاتی۔“

خاتون جنت سیدہ ’طاہرہ‘ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ
عنها اپنی عمر کی پینسٹھ بہاریں دیکھ کر سید
المرسلین کی رفاقت میں چوبیس سال کچھ ماہ گزار
کر اللہ کو پیاری ہو گئیں۔
اللہ ان سے راضی ہو اور وہ اپنے اللہ سے راضی



ام الموءمنين سيدة عائشة صدiqueه رضی اللہ عنہا
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جبریل
علیہ السلام میری تصویر سبز ریشم کے غلاف میں
لپیٹ کر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس خواب میں لائے اور فرمایا: ”یہ آپ کی دنیا و
آخرت میں بیوی ہے۔“ (ترمذی باب المناقب)

(یاد رہے نبی کا خواب بمنزلہ وحی ہوتا ہے)

ہمدم سید المرسلین، جگر گوشہ خلیفۃ المسلمین،
شمع کاشانہ نبوت، آفتاب رسالت کی کرن، گلستان
نبوت کی مہک، خزینہ رسالت کا انمول پیرا، مہر و
وفا اور صدق و صفا کی دلکش تصویر جس کے شان
میں قرآنی آیات نازل ہوئیں، جس کو حرم نبوی میں
لانے کا اہتمام آسمانوں پہ کیا گیا، جس کی تصویر
ریشم کے غلاف میں لپیٹ کر حضرت جبریل کے
ذریعے دربار رسالت میں پیش کی گئی، جس کے گھر کو
عزت و احترام کے ساتھ فرشتوں کے جہرمٹ نے اپنی

لپیٹ میں لیا، جہاں جبریل آسمان سے وحی لے نازل ہوتے رہے، جس کی گود میں سر رکھے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے داعی اجل کو لبیک کہا، جسے تعلیمات نبوی پہ عبور حاصل تھا، جسے دین و دانش کے اعتبار سے پوری امت میں ممتاز مقام حاصل ہونے کا اعزاز حاصل تھا، جسے پوری زندگی دینی مسائل کے حوالے سے مرجع خلائق کا درجہ حاصل رہا، جسے اپنی زندگی میں لسان رسالت سے جنت کی بشارت ملی، امت کی ایسی ہمدرد، شفیق اور غمگسار ماں اس کے اس جو بھی آیا جھولیاں بھر بھر کر گیا، جسے ازواج مطہرات میں ایک بلند اور قابل رشک مقام حاصل تھا، جس کی جو دو سخا اور علم و تقویٰ کے چرچے عام تھے، جس کی خدمت اقدس میں جبریل ۴ سے بطور خاص سلام پیش کیا، جس کے ہجرے میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو سپرد خاک کیا گیا، جہاں ہر دم رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، جہاں لمحہ بہ لمحہ رسول اکرام صلی اللہ علیہ وسلم پہ درود سلام کے پھول نچھاور کئے جاتے ہیں، جسے تاریخ میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام سے یاد



کیا جاتا ہے۔ جو فقاہت، ثقافت اور امانت و دیانت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھیں۔ آئیے اس خاتون جنت کی حیات طیبہ کے قابل رشک کردار کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے نو خوبیاں ایسی عطا کی گئیں جو مریم بنت عمران کے علاوہ کائنات کی کسی اور خاتون کو نہی دی گئیں۔
(۱) ”جبریل ۴ نے میری تصویر سبز ریشم کے غلاف میں لپیٹ کر کہا کہ یہ دنیا و آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقہ حیات ہے۔“

(۲) ”میرے سوا کوئی اور کنواری بیوی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ عقد میں نہ تھی۔“

(۳) ”جب آپ کی پاکیزہ روح قفس عنصری سے پرواز ہوئی آپ کا مبارک سر میری گود میں تھا اور میرے ہجرے میں ہی آپ کا جسد مبارک دفن کیا گیا۔“



(۴) ”بسا اوقات فرشتوں نے میرے گھر کو عزت و احترام کے ساتھ اپنے گھیرے میں لیا“

(۵) ”بعض اوقات وحی ایسے وقت میں نازل ہوتی جب کہ میں آپ کے پاس محو استراحت ہوتی۔“

(۶) ”میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور صدیق کی بیٹی ہوں۔“

(۷) ”آسمان سے میری برات میں قرآنی آیات نازل کی گئیں۔“

(۸) ”میری پیدائش پاکیزہ ماحول میں ہوئی اور پاکیزہ سیرت ذات اقدس سید المسلمین کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔“

(۹) ”مجھے اللہ رب العزت کی جانب سے مغفرت اور رزق کریم کا اعزاز حاصل ہے۔“



ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
نجیب الطرفین تھیں۔ جس گھر میں آنکھ کھولی
ہوش سنبھالا اور پرورش پائی وہ اسلام کا گہوارہ تھا۔
باپ ایسی عظیم المرتبت

ہستی جس کی محبوب کبریا الصلاة واسلام کے
ساتھ رفاقت کا تذکرہ قرآن حکیم کے نورانی الفاظ
میں کیا گیا۔ جس کے تقوی و طہارت اور جود و
وسخا کا تذکرہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے میں کیا۔
جیسے سید المرسلین کے پہلو میں دفن ہونے کا شرف
حاصل ہے۔ جو قیامت کے دن آپ کے ساتھ اٹھیں گے
اور آپ کے ساتھ ہی جنت میں داخل ہوں گے۔
سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ
ام رومان بنت عامر وہ قابل ستائش خاتون جنت ہے
جس کے متعلق رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
نے اسے دفناتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”من سرہ ان ینظر الی مرءة من الحور العین فلینظر
الیام۔ رومان۔“



”جسے کسی خاتون کو دیکھنا پسند ہے جو جنت کی حور ہو وہ ام رومان کو دیکھ لے۔“

سیدہ ام رومان کا پہلا نکاح عبداللہ ازوی سے ہوا۔ اس کی وفات کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی ہوئی۔ آپ کے یاں نرینہ اولاد عبدالرحمن پیدا ہوئے۔ سیدہ عائشہ نے نبوت کے پانچویں سال ماہ شوال میں بمطابق جولائی 614ء میں جنم لیا۔ ہجرت سے تین برس پہلے سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شادی ہوئی۔ 9 برس کی عمر میں رخصتی ہوئی۔ اور 18 برس کی عمر میں ربیع الاول 11 ہجری بیوہ ہو گئیں۔ بچپن میں گڑیاں کھیلنا اور جھولا جھولنا پسندیدہ کھیل تھے۔ ایک روز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا گڑیوں کے ساتھ کھیل میں مشغول تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ گڑیوں میں ایک پروں والا گھڑا بھی تھا، فرمایا: عائشہ یہ کیا ہے؟ عرض کی یہ گھوڑا ہے! آپ نے فرمایا گھوڑے کے تو پر نہیں ہوتے۔ برجستہ کہا: حضرت سلیمان علیہ



سلام کے پاس پروں والے گھوڑے تھے۔ یہ جواب سن کر آپ نے ساختہ مسکرائے۔

اس واقعے سے سیدہ عائشہ صدیقہ کی فطری حاضر جوابی، مذہبی واقفیت، تاریخی معلومات، ذکاوت، زہنی اور زود فہمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ حافظہ اس قدر تیز تھا کہ جو بات ایک دفعہ سن لیتی وہ مدتوں آپ کو یاد رہتی۔ ہجرت کے وقت آپ کی عمر 8 برس تھی۔ لیکن قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ ہجرت کی تمام جزئیات تک آپ کے ذہن پر نقش تھیں۔ عمر کی ابھی نو بہاریں ہی دیکھی تھیں کہ کاشانہء نبوت میں شمع فروزاں بن کر جلوہ نما ہوئیں۔ جب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر خوشیوں کی بہار بن کر آئیں آپ ان دنوں تنہائی کے اضطراب، مصائب کے ہجوم اور ستم گاریوں کے تلاطم میں ہمدرد و غمگسار رفیقہ حیات سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کی وفات کے غم میں طبعی اکتاہٹ میں مبتلا تھے۔ ایک روز عثمان بن مظعون کی بیوی خولہ بنت حکیم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ دوسری شادی

کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ نے دریافت فرمایا: کس سے؟
عرض کی بیوہ اور کنواری دونوں طرح کی لڑکیاں
موجود ہیں۔ پوچھا کون؟ عرض کی سودہ بنت زمعہ
اور عائشہ بنت ابی بکر۔ فرمایا: ٹھیک ہے بات کر کے
دیکھ لو۔ بات ہوئی 'صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے
رضامندی کا اظہار کر دیا۔ اس طرح سیدہ عائشہ
صدیقہ کاشانہ نبوت کی آنگن میں قدم رنجہ
ہوئیں۔ اور سودہ بنت زمعہ کو بھی ام المومنین بننے
کا عظیم شرف حاصل ہوا۔ سید المرسلین کو اپنی
رفیقہ حیات عائشہ صدیقہ سے بہت پیار تھا۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ
ایک مرتبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے
دریافت کیا گیا کہ آک کو سب سے زیادہ کون پسند
ہے؟ فرمایا عائشہ۔ دریافت کیا گیا مردوں میں سے؟
فرمایا اس کا والد۔

حضرت عائشہ جس گھر میں رخصت ہو کر آئی
تھیں وہ کوئی عالی شان محل نا تھا۔ بلکہ بنی نجار کے
محلے میں مسجد نبوی کے چاروں طرف چھوٹے



چھوٹے حجرے بنا دیئے گئے تھے ' انہی میں سے ایک حجرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مسکن تھا۔

یہ مسجد کی شرقی جانب واقعہ تھا۔ حجرے کی وسعت چھ سات ہاتھ سے زیادہ نہ تھی ' دیواریں مٹی کی بنی ہوئی تھیں۔ اور چھت کھجور کی ٹہنیوں اور پتوں سے بنائی گئی تھی ' بارش کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے اوپر کمبل ڈال دیا گیا تھا۔ بلند اتنا کہ کوئی کھڑا ہو کر ہاتھ اونچا کرے تو چھت کو لگ جائے۔ دروازہ صرف ایک پٹ کا کواڑ تھا لیکن وہ کبھی بند نہ ہوا۔ پردے کے لئے ایک کمبل لٹکا دیا گیا تھا۔ حجرے سے متصل ایک بالاخانہ تھا جس میں آپ نے ازواج مطہرات سے بائیکاٹ کر کے ایک مہینہ گزارا تھا۔ ایک چٹائی ' ایک بستر ' ایک چھال بھرا تکیہ ' کھجوریں رکھنے کے لئے برتن ' پانی رکھنے کے لئے ایک مشکیزہ اور پانی پینے کے لئے صرف ایک پیالہ تھا۔ یہ گھر اگرچہ روحانی دولت سے مالا مال تھا لیکن دنیاویہ مال و منال سے اکثر خالی رہتا۔ دراصل مالی وسائل کی کمی خود سید المرسلین کو دلی طور پر مرغوب تھی۔ اور آپ اس کے لئے گاہے بگاہے دعا بھی



فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر و
پیشتر یہی دعا ہوتی:

”الہی مجھے مسکین زندہ رکھ اور حالت مسکینی
ہی میں اپنے پاس بلالینا اور مسکینوں کے ساتھ ہی
قیامت کو اٹھانا،“

سید المرسلین کے گھر کے انتظامات سیدنا بلال رضی
اللہ عنہا کے سپرد تھے وہی تمام حجروں میں سال
بھر کا غلہ تقسیم کرتے۔ بسا اوقات گھریلو ضروریات
پوری کرنے کے لئے باہر سے قرض بھی لینا پڑتا۔ جب
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سانحہ ارتحال پیش
آیا تو پورا عرب مسخر ہو چکا تھا۔ تمام صوبوں سے
مرکزی بیت المال میں وافر مقدار میں نقدی اور غلہ
جمع ہونے لگا، لیکن جس دن آپ نے وفات پائی
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر پورے ایک دن
کے گزارے کا سامان بھی نا تھا، اس کیفیت کو آپ نے
عمر بھر بدستور قائم رکھا۔ آسودگی کے ایام میں بے
شمار مال آیا۔ لیکن شام سے پہلے فقراء و مساکین میں
تقسیم کر دیا جاتا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنہا کے اخلاق کا سب سے ممتاز پہلوان کی طبعی
فیاضی اور کشادہ دستی تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر

رضی اللہ عنہ فرماتے ہے۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا دونوں بہنیں بہت فیاض 'کشادہ دل اور سخی تھیں۔

جو کچھ ہاتھ آتا اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتیں۔
دونوں میں فرق صرف یہ تھا 'حضرت عائشہ زرا زرا جوڑ کو جمع کر لیا کرتیں۔ جب کچھ رقم اکٹھی ہو جاتی تو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتیں 'اور حضرت اسماء کی عادت یہ تھی جو چیز جب کبھی ہاتھ لگی اسی وقت اللہ کی راہ میں خرچ کر دی۔ یہ مساکین اور ضرورت مندوں کی مدد کے لئے بے دریغ قرض بھی لے لیا کرتی تھیں۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ لوگوں کی مدد کے لئے قرض کیوں لیتی ہیں؟ فرمایا:
جس شخص کی قرض ادا کرنے کی نیت ہوتی ہے اللہ اس کی مدد فرماتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی اس اعانت اور مدد کو ڈھونڈتی ہوں۔

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ ایک روز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک ہی مجلس میں ستر ہزار درہم اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیئے اور اپنا وہ کپڑا

سب کے سامنے جھاڑ دیا جس میں درہم بندھے ہوئے تھے۔ ایک دفعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام سے ایک لاکھ درہم بھیجے۔ رات سے پہلے اللہ کی راہ میں سب خرچ کر دیئے۔ اس دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا روزہ تھا۔ خادمہ نے کہا 'اس میں سے کچھ افطاری کے لئے رکھ لیا ہوتا۔ فرمایا تم نے مجھے پہلے یاد کرا دیا ہوتا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک لاکھ درہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجے آپ نے وہ بھی اسی وقت اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیئے۔

ایک دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا روزہ تھا ' ایک مانگنے والی نے کھانے کے لئے کچھ مانگا۔ آپ نے خادمہ کو حکم دیا کہ گھر میں جو روٹی ہے وہ اس کو دے دو۔ اس نے عرض کیا کہ شام افطاری کے لئے اس کے علاوہ گھر میں کچھ نہیں۔ آپ نے تلخ لہجے میں ارشاد فرمایا: یہ تو اسے کھانے کے لئے دے دو ' شام آئے گی تو دیکھا جائے گا۔ شام ہونے سے پہلے کسی نے پکا ہوا گوشت بطور تحفہ بھیج دیا۔ خادمہ سے فرمایا: دیکھا یہ تمہاری روٹی سے بہتر اللہ تعالیٰ نے انتظام کر



دیا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا ایک رہائشی مکان امیر معاویہ کو فروخت کر دیا، اس کی جو قیمت ملی تمام کی تمام اللہ کی راہ میں خرچ کر دی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ بہت لادّ پیار تھا۔ یہ بھی اپنی خالہ کی خلوص دل اور بڑے شوق سے خدمت کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فیاضی اور دریادلی دیکھ کر کہنے لگے خالہ جان کا ہاتھ روکنا پڑے گا۔ جب آپ کو اس بات کا علم ہوا تو بہت ناراض ہوئیں۔ کافی عرصے تک ان سے خفا رہیں، کہ یہ مجھے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے روکے گا، بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے، مجھے اس کار خیر سے روکنے والا یہ کون ہے؟ اسے یہ بات کہنے کی جرات کیسے ہوئی؟ بڑی مشکل سے آپ کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور انہیں معاف کرتے ہوئے درگزر کیا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دل بہت نرم تھا۔ بات بات پر آپ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگتے۔



ایک دن کا واقعہ یہ کہ ایک مانگنے والی عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے اپنی گود میں دو ننھے منھے بچے اٹھائے ہوئے تھے۔ اس وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کھجور کے صرف تین دانے تھے۔ وہ اس عورت کو دے دیئے۔ اس نے ایک ایک کھجور دونوں بچوں کو دے دی اور ایک اپنے منہ میں ڈال لی۔ ایک بچے نے اپنے حصے کی کھجور جلدی سے کھا کر حسرت بھری نگاہ سے اپنی ماں کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ اس نے کھجور اپنے منہ سے نکالی، اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور دونوں بچوں کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا۔ ماں کی محبت کا یہ دلاویز منظر دیکھ کر المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔

نیرنگی دوارں دیکھئے ! اتنی پاک باز ' شرم و حیا کی پیکر ' امت کی ہمدرد و غمگسار خاتون جنت کو بھی بدبخت منافقین کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ۵ ہجری ماہ شعبان میں



سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم لشکر اسلام لے کر نجد کی طرف روانہ ہوئے۔ نجد کے قریب قبیلہ بنو مصطلق کا مشہور و معروف مریسع نامی ایک چشمہ تھا وہاں لشکر اسلام کا کفار سے آمنہ سامنا ہوا لیکن خون ریز جنگ کی نوبت نہ آئی۔

اس دفعہ لشکر اسلام میں منافقین کی بہت بڑی تعداد شریک ہوئی۔ اس سفر میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اس وقت ان کی عمر صرف چودہ برس تھی 'جسم دبلا پتلا تھا' سفر پہ روانہ ہوتے وقت اپنی بہن اسماء رضی اللہ عنہا سے ہار کے کرپہن رکھا تھا۔ ہار کی لڑیاں بہت کمزور تھیں۔ واپسی پر لشکر نے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ سیدہ عائشہ قضائے حاجت کے لئے قدرے دور چلی گئیں۔ واپس آنے لگیں تو اچانک دیکھا کہ گلے میں ہار نہیں وہیں ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ جس سے واپسی میں دیر ہو گئی تلاش بسیار کے بعد ہار تو مل گیا لیکن لشکر وہاں سے روانہ ہو چکا تھا۔ طریق کار یہ تھا کہ ساربان محمل اٹھا کے اونٹ پہ رکھ دیتے اور سفر پہ روانہ ہو جاتے۔

چونکہ سیدہ عائشہ کے دبلے پتلے بدن کی وجہ سے اٹھاتے وقت ساریبان کو اس بات کا احساس نہیں ہوا کہ وہ محمل میں موجود نہیں ہیں۔ اس نے حسب معمول محمل کو اٹھایا، اونٹ پر رکھا اور چل دیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پڑاؤ کی جگہ پہنچیں تو وہاں کسی کا نام و نشان ہی نہیں تھا۔ دل میں خیال آیا جب قافلے والے اگلی منزل پر مجھے ہودج میں نہیں پائیں گے تو لینے کے لئے واپس آجائیں گے۔ اسی خیال میں چادر اوڑھ کے لیٹ گئیں۔

جب سپیدہ صبح نمودار ہوئی تو صفوان بن معطل وہاں پہنچے ان کے ذمہ کام ہی یہی تھا۔ کہ یہ لشکر کے پیچھے پیچھے رہیں اور گری پڑی چیزوں کو اٹھا لیا کریں۔ انہوں نے دیکھا کہ کوئی میدان میں چادر اوڑھے ہوئے لیٹا ہوا ہے۔ قریب آئے اور انا للہ پڑھتے ہوئے اپنا اونٹ بٹھادیا۔ آواز سن کر سیدہ عائشہ بیدار ہوئیں۔ اور اونٹ پر سوار ہو گئیں۔ صفوان نے اونٹ کی مہار پکڑی اور پیدل چل دیئے۔ اگلی منزل پر دوپہر کے وقت لشکر اسلام نے پڑاؤ کیا ہی تھا کہ صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ اونٹ کی مہار پکڑے وہاں پہنچ گئے۔ قافلے میں شامل سب لوگوں کے سامنے



سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اونٹ سے نیچے اتریں۔
صرف اتنی سی بات تھی جس کو منافقین کی سازش
اور ریشہ دوانی نے بتنگڑ بنا دیا۔ دوران سفر اس قسم
کے واقعات پیش آجای کرتے ہیں۔

لیکن منافقوں کے سردار عبداللہ ابن ابی سلول نے
موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے خبث باطن کا
اظہار کرتے ہوئے سیدہ عائشہ صدیقہ پر کیچڑ
اچھالنا شروع کر دیا۔ یہ بات پور مدینے میں پھیلا دی
گئی کہ (نعوذ باللہ) سیدہ عائشہ پاکیزہ نہیں رہیں،
ان کا کردار مشکوک ہو گیا ہے۔ منافقین کے علاوہ
حسان بن ثابت، حمنہ بنت جحش، مسطح بن اثاثہ
بھی اس پروپیگنڈے میں شریک ہو گئے۔ رسول
اقدر صلی اللہ علیہ وسلم یہ صورتحال دیکھ کے
پریشان ہوئے لیکن سیدہ عائشہ صدیقہ کو اس
گھناؤنی سازش کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ ایک روز رات کے
وقت مسطح کی بوڑھی والدہ کے ہمراہ باہر تشریف
لے جا رہی تھیں کہ اسے ٹھوکر لگی تو اس نے مسطح
کو برا بھلا کہا۔ سیدہ عائشہ نے کہا: بڑے تعجب کی
بات ہے آپ ایک بدری صحابہ کے خلاف نازیبا

کلمات استعمال کر رہی ہیں۔ اس نے کہا کہ آپ کو معلوم نہی ہے۔ کہ وہ کس گھناونی سازش میں ملوث ہے اور پھر ساری داستان سیدہ عائشہ صدیقہ کو سنا دی۔ اپنے متعلق نازیبا کلمات سن کر اوسان خطا ہو گئے ' وہیں سے واپس گھر لوٹ آئیں۔ زارو قطار رونا شروع کر دیا۔ اچانک غموں کا پہاڑ ایسا ٹوٹا کہ آنسو تھمنے کا نام ہی نہ لیتے۔ آپ کی غمگسار ' شفیق اور ہمدرد ماں نے ہر چند دلاسا دیا کہ تم اپنے خاون کی چونکہ چہیتی بیوی ہو اس لئے تمہارے خلاف یہ سازش سوچی سمجھی سکیم کے مطابق تیار کی گئی ہے۔ بیٹی صبر کرو ' جلدی حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی دلاسا دیا۔ لیکن شرم و حیا کی پیکر کوپل بھر کے لئے بھی چین نہیں آ رہا تھا ' وہ دل گرفتہ تھیں ' ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ زندگی میں ایسے دن بھی آسکتے ہیں۔ اسی دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سے اپنے والد محترم کے گھر قیام پذیر ہو گئیں۔

ایک دن دونوں ماں باپ اپنی نور چشم کے پاس بیٹھے تسلی دے رہے تھے کہ رسول اقدس صلی اللہ



علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپ نے نہایت شفقت بھرے انداز سے فرمایا عائشہ اگر کوئی غلطی ہو گئی ہے تو توبہ کرلو۔ اللہ معاف کرنے والا ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں سے آنسو ایک دم خشک ہو گئے۔ اپنی والدہ سے کہا اماں جان جواب دو میں آپ کی گود میں پلی ہوں ' آپ کا دودھ پیا ہے ' آپ کے آنکھ میں میں پرورش پائی ہے۔ لیکن والدہ خود غم کی تصویر بنی بیٹھی تھی ' دل گرفتہ ' افسردہ اور پریشان تھی۔ خاموش رہی ، مہر بلب تھی ' آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ بے بسی کا یہ منظر دیکھ کر ابا جان سے کہا کہ آپ ہی کوئی جواب دیں وہ بھی خاموش رہے۔ یہ صورتحال دیکھ کر خود ہی مخاطب ہوئیں اور کہا: اگر میں اس ناکردہ گناہ کا انکار کروں اور میرا اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس جرم سے پاک اور بالکل بری ہوں ' آپ لوگ اسے سچ نہیں مانیں گے ' آپ کے دل کی تسلی نہیں ہوگی۔ میں اس موقع پر جب کی یہ بات زبان زد عام ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے باپ کا جواب ہی دینا پسند کروں گی۔ لہذا میرا جواب یہ ہے۔



(صبر ہی بہتر ہے اسکے خلاف جو تم بیان کرتے ہو۔)
حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے بہت سوچا
کہ ذہن میں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے
والد حضرت یعقوب علیہ اسلام کا نام مستحضر
ہو جائے لیکن غم کی وجہ سے ذہن پہ دباو اتنا تھا کہ
فکر بسیار کے باوجود یہ نام ذہن میں نہ آسکا۔ یہ
گفتگو ہو رہی تھی کہ سید المرسلین صلی اللہ
علیہ وسلم پر وحی نازل ہونا شروع ہوگئی۔ وحی کا
سلسلہ ختم ہوا تو آپ نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا۔
آپ کی پیشانی پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح
چمک رہے تھے۔ آپ نے یہ آیات تلاوت کرنا شروع
کردیں۔

” جو لوگ یہ بہتان گھڑ لائے ہیں وہ تمہارے ہی اندر
کا ایک ٹولہ ہیں ’ اس واقعے جو اپنے حق میں شر نہ
سمجھو بلکہ یہ بھی تمہارے لئے خیر ہی ہے ’ جس
نے اس میں جتنا حصہ لیا اس نے اتنا گناہ ہی سمیٹا
اور جس شخص نے اس کی ذمہ داری کا بڑا حصہ اپنے



سر لیا اس کے لئے تو عذابِ عظیم ہے۔ جس وقت تم لوگوں نے اسے سنا تھا اسی وقت کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے نیک گمان کیا اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریح بہتان ہے۔ وہ لوگ اپنے الزامات کے ثبوت میں چار گواہ کیوں نہ لائے جبکہ وہ گواہ نہیں لائے ہیں۔ اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ اگر تم۔ لوگوں پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور رحم نہ ہوتا تو جن باتوں میں تم پڑ گئے تھے ان کی پاداش میں بڑا عذاب تمہیں آلیتا (غور کرو تم اس وقت تم کیسی سخت غلطی کر رہے تھے) جب کہ تمہاری ایک زبان سے دوسری زبان جھوٹ کو لیتی چلی جا رہی تھی اور تم اپنے منہ سے وہ کچھ کہے جا رہے تھے

جس کے متعلق تمہیں کوئی علم نہ تھا۔ تم اسے ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی بات تھی۔ کیوں نہ تم نے یہ سنتے ہی یہ کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات زبان سے نکالنا زیب نہیں دیتا۔

سبحان اللہ یہ تو ایک بہتان عظیم ہے۔ اللہ تم کو نصیحت کر رہا ہے کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا اگر تم مومن ہو اللہ تمہیں صاف صاف ہدایات دیتا ہے اور وہ علیم و حکیم ہے۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں فحاشی پھیلے وہ دنیا و آخرت میں سزا کے مستحق ہیں۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اگر اللہ کا فضل اور رحم و کرم تم پر نہ ہوتا اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ بڑا شفیق و رحیم ہے۔ (تو یہ چیز تمہارے اندر پھیلائی گئی تھی بدترین نتائج دکھا دیتی) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو اس کی پیروی جو کوئی کرے گا وہ تو اسے فحش اور بدکاری کا ہی حکم دے گا۔ اگر اللہ فضل اور رحم و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم کوئی شخص پاک نہ ہوسکتا مگر اللہ ہی ہے جسے چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے۔ اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ ”

حضرت صدیق اکبر اور ام رومان نے اپنی لخت جگر ، نور چشم کی شان میں قرآنی آیات سن کر مسرت و شادمانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: عائشہ اٹھو اپنے سرتاج کو شکریہ ادا کرو۔ ام المومنین

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے برجستہ
کہا 'میں تو اپنے اللہ کا شکر ادا کروں گی۔ جس نے
میری شان میں قرآنی آیات نازل کیں۔ جو قیامت تک
تلاوت کی جائیں گی۔ رسول اقدس صلی اللہ علیہ
وسلم نے محبت بھرے انداز میں فرمایا: عائشہ
خوش ہو جاؤ اللہ نے تجھے بری کر دیا ہے۔ یہ حادثہ
واقعہ افک کے نام سے تاریخ میں مشہور ہوا۔

اس واقعہ کے بعد سرور دو عالم صلی اللہ علیہ
وسلم کے دل میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنہا کا مقام و مرتبہ اور زیادہ بڑھ گیا۔ حضرت عمرو
بن عاص رضی اللہ عنہ نے ایک دفع رسول اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم آپ کو دنیا میں سب سے زیادہ
محبوب کون ہے؟ فرمایا عائشہ۔ عرض کی مردوں
میں سے؟ فرمایا اس کا باپ۔
ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی
حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کو سمجھاتے ہوئے



کہا: بیٹی عائشہ کی ریس نہ کیا کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس کی قدر و منزلت بہت زیادہ ہے۔

من جملہ وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فہم مسائل، اجتہاد فکر، اور حفظ احکام میں تمام ازواج مطہرات میں ممتاز تھیں۔ ایک واقعے پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

ترجمہ

”مردوں میں بہت کامل گزرے لیکن عورتوں میں سے مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے سوا کوئی کامل نہ ہوئی، اور عائشہ کو عورتوں پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ثرید کو تمام کھانوں پر۔“

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باتیں بڑی رغبت سے سنا



کرتے تھے۔ اور ان کے ساتھ خوشگوار مسکراہٹ کے ساتھ پیش آتے۔ ایک دفعہ عید کا دن تھا، حبشی عید کی خوشی میں مسجد نبوی میں نیزے بازی کے کرتب میں مشغول تھے۔ سیدہ عائشہ نے یہ تماشا دیکھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ آپ آگے بڑھے اور وہ پیچھے اوٹ میں کھڑی ہو گئیں۔ جب تک وہ خود تھک کر پیچھے نہ ہو گئیں آپ برابر اوٹ کئے کھڑے رہے۔ کبھی کبھی دل لگی کے لئے ایک دوسرے کو کہانی بھی سنایا کرتے تھے۔ آپ نے ایک روز سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خرافہ نامی شخص کی کہانی سنائی جسے جنات اٹھا کر لے گئے تھے۔ اسی طرح ایک روز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے گیارہ سہیلیوں کی تفصیلی کہانی سنائی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے انہماک سے سنا۔

سیدہ عائشہ فرمانے لگیں.. ایک روز گیارہ سہیلیاں آپس میں محو گفتگو تھیں۔ سب نے اس بات پہ اتفاق کیا کہ آج ہر ایک اپنے خاوند کا حال سنائے گی



اور کوئی بات چھپائے گی نہیں۔ ایک سہیلی نے بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔ میرا خاوند اونٹ کا وہ گوشت ہے جو کسی پہاڑ پر رکھا ہوا نہ میدان ہے کہ کوئی وہاں پہنچ سکے اور نہ گوشت ہی اچھا ہے کہ کوئی اسے اٹھا کر لے جائے۔

دوسری سہیلی بولی میں اپنے خاوند کا حال بیان نہیں کروں گی اگر بیان کرنے لگوں تو یہ اس قدر طویل داستان ہے کہ اندیشہ ہے کہ کچھ اس میں سے رہ نہ جائے۔

تیسری نے کہا میرا خاوند بڑا غصیلا ہے۔ اس کے بارے میں کچھ کہوں تو فوراً وہ مجھے طلاق دے دے۔ چپ رہوں تو یہ بھی مشکل سمجھو بیابانی ہوں اور نہ بن بیابانی۔

چوتھی بولی میرا خاوند حجاز کی رات کی مانند ہے نہ سرد اور نہ گرم یعنی معتدل مزاج ہے۔ پانچویں بولی میرا خاوند گھر آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے 'باہر جاتا ہے تو شیر کا روپ دھار لیتا ہے۔ جو وعدہ کرتا ہے اسے پورا کرتا ہے اسے پورا کرتا ہے اسے ایفاء عہد کے لئے کسی یاد دہانی کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

چھٹی بولی کہ میرا خاوند کھاتا ہے تو سب کچھ
چٹ کر جاتا ہے کوئی مشروب پیتا ہے تو جتنا سامنے
آئے ہڑپ کر جاتا ہے ساتھ لیٹتا ہے تو ساری چادر
خود اوڑھ لیتا ہے کبھی حال دریافت کرنے کے لئے
ہاتھ چادر سے باہر نہیں نکالتا۔

ساتویں بولی میرا خاوند احمق بھی ہے اور نامرد
بھی۔ کبھی غصے میں آکر سر پھوڑ دیتا ہے تو کبھی
طیش میں آکر ہڈی پسلی ایک کر دیتا ہے۔
آٹھویں بولی میرا خاوند چھوٹے خرگوش کی طرح
ملائم اور نرم و نازک اور سونگھنے میں چنبیلی کی
طرح خوشبودار۔

نویں نے چہکتے ہوئے کہا میرے شوہر کی حویلی
بہت بڑی ہے 'وہ قد کا بڑا لمبا ہے' وہ کھلے دل والا
سخاوت کا دھنی ہے۔

دسویں نے کہا واہ ری واہ میرا شوہر مالک ہے آپ
کیا جانے کے مالک کیسا ہے؟ وہ ان سب سے بہتر ہے
جس کا تذکرہ آج اس محفل میں کیا گیا اس کے پاس
بہت زیادہ تعداد میں اونٹ ہیں۔ جب کوئی تقریب
ہو اس میں ضیافت کے لئے اپنے اونٹوں کو ذبح کرتے
ہوئے بڑی خوشی محسوس کرتا ہے۔



گیارہویں سہیلی نے اپنے شوہر کا تذکرہ بڑے دلپذیر انداز میں کیا۔

کہنے لگی میرے خاوند کا نام ابو زرع ہے۔ نی میری سہیلیوں تم ابو زرع کو کیا جانو؟ یہ دیکھو اس نے زیور سے میرے کان اور بازو بھر دیے۔ ہمہ وقت اس کی مسکراہٹوں نے میرا دل خوش کر دیا۔ اس نے بکریاں چرانے والوں کے گھر مجھے دیکھا لیکن ہنہانے والے گھوڑوں 'بلبلانے والے اونٹوں اور غلے کے خرمینوں کے درمیان مجھے لا کر رکھ دیا۔ ہر طرف خوشحالی ہی خوشحالی 'مسکراہٹیں ہی مسکراہٹیں' بولتی ہوں تو کوئی برا نہیں کہتا بلکہ میرا منہ تکتا رہتا ہے۔ سوتی ہوں تو صبح کردیتی ہوں 'جگاتا نہیں کہ کہیں میں بے آرام نہ ہو جاؤں۔ نی میرہ سہیلیو! ابو زرع کی ماں بھی بڑی عظیم خاتون ہے۔ اس کے کپڑوں کی گھڑی کیا بتاؤں۔ بہت بھاری اور اسکے رہنے کا گھر بڑا وسیع ہے 'رہا ابو زرع کا بیٹا اس کے کیا کہنے 'سوتا ہے تو ننگی تلوار معلوم ہوتا ہے 'کھاتا ہے تو بکری کی پوری ران کھا جاتا ہے۔ ابو زرع کی لاڈلی بیٹی کے کیا کہنے 'والدین کی فرمانبرداری اور سوکن کے لئے قابل رشک،

ابو زرع کی خادمہ وہ تو ایسی بھلی مانس ہے کہ
کبھی گھر کی بات باہر نہیں دھراتی . اناج کو فضول
برباد نہی کرتی ' گھر کو صاف ستھرا رکھتی ہے .
رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بڑے تحمل اور
انہماک سے دیر تک یہ کہانی سنتے رہے . پھر فرمایا:
عائشہ میں تمہارے لئے ویسا ہی ہوں جیسا ابو زرع
ام زرع کے لئے تھا . لیکن عین ایسے وقت جب آپ
لطف و محبت کی باتوں میں مصروف ہوتے اچانک
آذان کی آواز آتی آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوتے . حضرت
عائشہ بیان کرتی کیں کہ پھر یہ معلوم ہوتا کہ آپ
ہمیں پہچانتے ہی نہیں ' اللہ سبحانہ کی محبت تمام
محبتوں پہ غالب آجاتی .

((سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم))

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک سفر میں رسول
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں . صدیق
اکبر رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سے صحابہ اکرام
بھی شریک سفر تھے . صحرا میں ایک جگہ پڑاؤ کیا



گیا۔ صدیقہ کائنات کے گلے کا ہار اس سفر میں بھی
ٹوٹ گر گیا۔ بعض صحابہ کو اس کی تلاش پر مامور
کیا گیا۔ ہار کا کہیں سراغ نہ ملا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمے میں محو
استراحت تھے 'نماز فجر کا وقت ہو گیا۔ وضو کے لئے
پانی موجود نہ تھا۔ صحابہ اکرام رضی اللہ عنہما کے
دلوں میں تشویش کی لہر دوڑنے لگی۔ چہ مہ گوئیاں
ہونے لگیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے یہ
صورتحال پیدا ہوئی ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
نے حالات کو دیکھتے ہوئے اپنی بیٹی سے قدرے ترش
لہجے میں کہا: آپ نے یہ کیا ہمارے لئے مصیبت
کھڑی کر رکھی ہے۔ آپ کی وجہ سے سب قافلے والے
پریشان ہیں۔ نماز کا وقت گزرتا جا رہا ہے۔ یہاں وضو
کے لئے پانی میسر نہیں۔ آپ کو اپنے گلے کے ہار کی پڑی
ہوئی ہے۔ عین ایسے موقع پر تیمم کی آیات نازل
ہوئیں۔

ترجمہ۔

”اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں ’ یا حاجت ضروری سے فارغ ہوئے ہو یا عورتوں سے مقاربت کی ہو ’ اور تم پانی نہیں پاتے تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اس سے کچھ منہ اور ہاتھ پہ پھیرلو ’ اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔“

قرآن حکیم کا یہ حکم سنتے ہی جن زبانوں پر حرف شکایت تھا ’ وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعریف و توصیف میں بدل گیا۔ مشہور و معروف صحابی حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے ’ آل ابوبکر کا امت پر یہ کوئی پہلا احسان تو نہیں ’ اس کے علاوہ بے شمار احسانات ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر پہلے اپنی بیٹی کو ڈانٹ پلا رہے تھے۔ تیمم کی آیت سنتے ہی مسکراتے ہوئے کہنے لگے کہ بیٹا مجھے معلوم نہ تھا کہ تم اتنی عظیم اور بابرکت ہو کے رب عرش عظیم کو تیری ادائیں اتنی پسند ہیں کے تیری وجہ سے آسمان سے ایسا حکم نازل کر دیا گیا جو قیامت تک امت کے لئے باعث رحمت بن گیا۔ بیٹا جیتی رہو‘



خوش رہو، شاد رہو، آباد رہو، تیرے ذریعے اللہ
تعالیٰ نے مسلمانوں کو کتنی آسانی اور سہولت بخش
دی۔

بعد ازاں روانگی کے لئے اونٹ اٹھایا گیا، تو اس کے نیچے
سے گرا ہوا ہار بھی مل گیا....

9 ہجری تک لشکر اسلام کا سر زمین عرب کے
بیشتر صوبوں پر قبضہ ہو چکا تھا۔ مرکز اسلام
مدینہ منورہ میں مال و دولت کی فراوانی ہو چکی تھی،
قومی خزانہ بھرتا جا رہا تھا۔ ازواج مطہرات میں بیشتر
سرداران قبائل کی شہزادیاں شامل تھیں جنہوں نے
اپنے گھروں میں ناز و نعم میں زندگی بسر کی
تھی۔ انہوں نے مال و دولت کی ریل پیل دیکھ کر
رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کی خدمت
میں یہ مطالبہ کر دیا کہ ہمارے گھریلو مصارف پر
نظر ثانی کرتے ہوئے معقول اضافہ کیا جائے۔ آپ کو
دنیا طلبی کا یہ انداز ناگوار گزرا۔ ان دنوں آپ کو
گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے چوٹ بھی لگی ہوئی

تھی۔ آپ نے ازواج مطہرات سے ایک ماہ کنارہ کشی کا اعلان کرتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے اوپر بالا خانے میں رہائش اختیار کر لی جس سے تمام گھروں میں کہرام مچ گیا۔ 29 روز کے بعد جب آپ نیچے حضرت عائشہ کے حجرے میں تشریف لائے تو آپ نے ارشاد فرمایا : دنیاوی مال و دولت چاہتی ہو یا میرے ساتھ اسی طرح روکھی سوکھی کھا کر زندگی بسر کرنا چاہتی ہو؟ اس سلسلے میں تم اپنے ماں باپ سے بھی مشورہ کرلو۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قربان میرے ماں باپ قربان ' میں اس سلسلے میں بھلا اپنے ماں باپ سے مشورہ کیوں کروں۔ میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند کرتی ہوں مجھے دنیا نہیں چاہئے۔ یہ جواب سن کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی سے کھل اٹھا۔ ازواج مطہرات کے مطالبے کی بنا پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کبیدہ خاطر دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل کیا۔

”اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے کہہ دو اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی زیب و زینت چاہتی ہو تو آؤ تمہیں دنیاوی فوائد دے کر احسن انداز میں چھوڑ دوں اور اگر تم اللہ ‘ رسول اور دار آخرت چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیک عورتوں کے لئے اجر عظیم تیار رکھا ہے۔“

یہ الہی فیصلہ سن کر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے محبت اور وارفگی کا والہانہ انداز اختیار کرتے ہوئے دنیاوی فوائد سے دستبرداری کا اعلان کر دیا اور ساتھ ہی معصومانہ انداز میں خدمت اقدس میں عرض گزار ہوئیں کہ میری اس دلی خواہش کا دوسری بیویوں کو پتہ نہ چلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانثاری کا یہ محبوبانہ انداز دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: میں دنیا میں معلم بن کر آیا ہوں نہ کہ جابر۔ صورت حال کا جائزہ لے کر تمام ازواج مطہرات نے وہی موقف اختیار کیا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اختیار کیا تھا جس سے تمام گھروں میں چہل پہل لوٹ آئی۔ مدینہ میں اضطراب و بے چینی کی تند و تیز لہریں امن آشتی اور سکون میں بدل گئی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑے پر بیٹھے ایک شخص سے باتیں کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کی گردن کے بالوں کو پہ ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ میں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ آج گھوڑے پہ بیٹھے وحیہ کلبی سے باتیں کر رہے تھے اور آپ نے اپنے ہاتھ گھوڑے کی گردن پہ رکھے ہوئے تھے۔ آپ نے حیران ہو کر پوچھا کیا آپ نے مجھے دیکھ لیا تھا؟ عرض کی ہاں! فرمایا وہ وحیہ کلبی کی صورت میں حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔ آپ کو بھی اس نے سلام کہا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے برجستہ وعلیکم اسلام ورحمة اللہ وبرکاتہ کہتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ مہمان و میزبان کو جزائے خیر عطا کرے۔ کیا کہنے کتنا ہی اچھا مہمان اور کتنا علیشان میزبان ہے!

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ

عنها کے حجرے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے باہر ایک اجنبی شخص کو کھڑے دیکھا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے۔ کیا دیکھتے تھے کہ جبریل علیہ السلام کھڑے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اندر تشریف لے آئے۔ انہوں نے فرمایا ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہوں۔ آپ نے دیکھا کے ایک پلا کوڑے میں دبکا ہوا بیٹھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے 'باہر نکالا تو حضرت جبریل تشریف لائے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا علم و فضل کے اعتبار سے بڑے بلند مقام پر فائز تھیں۔ دینی مسائل دریافت کرنے کے لئے صحابہ اکرام اور صحابیات آپ سے رجوع کیا کرتے تھے۔ سینکڑوں صحابہ اکرام نے آپ سے روایات نقل کی ہیں۔ تمام صحابہ اکرام میں سات عظیم المرتبت ہستیاں وہ ہیں، جن سے ہزاروں کی تعداد میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم منقول ہیں۔ جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ عبدالرحمن بن صخر دوسی رضی اللہ عنہ سے پانچ ہزار تین سو



چہتر احادیث مروی ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے دو ہزار چھ سو تیس , سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار دو سو دس , سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ , سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث مروی ہیں۔ ان سات اولو العزم علم و فضل میں ممتاز ہستیوں کا تذکرہ درج ذیل اشعار میں کیسے عمدہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

سبع من الصحب فوق الالف قدنقلوا
من الحديث عن المختار خير مضر
ابوهريره , سعد , جابر , انس
صديقه و ابن عباس , كذا ابن عمر

”سات صحابہ اکرام۔ جنہوں نے مضر قبیلے کے منتخب پسندیدہ محبوب پیغمبر سے ایک ہزار سے زائد احادیث نقل کیں وہ ہیں۔ ابو ہریرہ , سعد , جابر , انس , عائشہ صدیقہ , عبداللہ اب عباس اور عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین۔“



امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پوری امت کی عورتوں سے سب سے زیادہ عالم فاضل اور فقیہہ تھیں ، ان کا یہ تبصرہ حقیقت پر مبنی ہے۔ کیونکہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر پرورش پائی ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر ازداواجی زندگی بسر کی ، علم نبوت سے براہ راست فیض یاب ہوئیں ، قرآنی آیات کے اسباب نزول کی عینی شاہد تھیں۔ ان کا حجرہ وحی الہی کے نزول کا محور و مرکز رہا۔ پھر انہیں بھلا افقہ انساء الامۃ کا اعزاز کیوں نہ حاصل ہوتا۔

خلافت راشدہ کے دور میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فتویٰ رائج رہا۔ مشہور تابعی امام مسروق رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کیا سیدہ عائشہ وراثت کا علم بھی جانتی تھیں؟ تو انہوں نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں جان ہے کبار صحابہ اکرام کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے وراثت کے مسائل پوچھتے میں نے بچشم خود دیکھا۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنی خالہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس



اکثر و بیشتر اوقات دینی مسائل دریافت کرنے آیا کرتے تھے۔ اس بنا پہ دوسرے صحابہ اکرام ان پہ رشک کیا کرتے تھے کیونکہ ان سب کے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام صحابہ سے بڑھ کر عالم فاضل تھیں اور حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھانجا ہونے کے سبب بلا روک ٹوک ان کے پاس مسائل دریافت کر سکتے تھے۔ یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن سیدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق کا بیٹا تھا اور حضرت عبداللہ بن زبیر کا حقیقی بھائی تھا۔

علم و فضل باطنی خوبیوں اور اوصاف حمیدہ کی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بے پناہ محبت تھی۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سر میں درد تھا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خود بھی بیمار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا اگر تم میری



زندگی میں اللہ کو پیاری یوئی تو میں اپنے ہاتھ سے
تجھے غسل دوں گا۔ اور اپنے ہاتھ سے تیری تجہیز و
تکفین کروں گا اور تیرے لئے دعا کروں گا۔ سیدہ
عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسکراتے ہوئے ازراہ تفنن
طبع جواب دیا۔ یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم یوں
معلوم ہوتا ہے کہ آپ میری موت کا جشن مناتے۔ اگر
ایسا ہو جائے تو مجھے امید ہے کہ آپ میرے اسی
حجرے میں نئی بیوی لا آباد کریں گے۔ رسول صلی
اللہ علیہ وسلم یہ بات سن کر بے ساختہ تبسم
فرمانے لگے۔ اسی بیماری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ کو پیارے ہو گئے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں
سرور عالم 'خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم میرے
گھر میں' میری باری کے دن 'میری گود میں اللہ کو
پیارے ہوئے۔ زندگی کے آخری لمحات میں میرا اور
آپ کا لعاب دہن اللہ رب العزت نے یوں ملایا کہ

آپ میرہ گود میں سر رکھے لیٹے ہوئے تھے۔ میرا بھائی عبدالرحمن اندر آیا، اس کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ آپ مسواک کی طرف شوق بھری نظر سے دیکھنے لگے۔ میں سمجھ گئی کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کی مسواک پیش کروں تو آپ نے سر کے اشارے سے اشارہ کیا کہ ہاں! میں نے بھائی جان سے مسواک لے کر آپ کے ہاتھ میں تھمادی۔ مسواک قدرے سخت تھی۔ میں نے عرض کی کیا اسے نرم کر دوں تو آپ نے پھر اشارہ کیا کہ ہاں۔ میں نے اپنے دانتوں سے چبا کر اسے نرم کیا اور آپ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ اپنے دانتوں پہ ملنے لگے۔ اس طرح میرا لعاب دہن آپ کے لعاب دہن مل گیا۔ میں اسے بہت بڑی نعمت سمجھتی ہوں۔ بلاشبہ یہ میرے لئے بہت بڑی سعادت تھی۔ آپ کے سامنے پانی بھرا ہوا ایک برتن پڑا تھا، جس میں آپ بار بار ہاتھ بھگو کر اپنے چہرے پر ملتے ((لا الہ الا اللہ ان للموت سكرات)) کے الفاظ اپنی زبان سے ادا کرتے۔

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں بلاشبہ موت کی مدہوشیاں اللہ کی پناہ

پھر آپ نے ہاتھ کے ساتھ اوپر اشارہ کرت ہوئے ” فی
الرفیق الاعلیٰ ” کہا اور جان قفص عنصری سے ہرواز
کر گئی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ
تین چاند ان کے حجرے میں اتر آئے۔ جب رسول صلی
اللہ علیہ وسلم کا سانحہ ارتحال پیش آیا اور آپ
سیدہ عائشہ کے حجرے میں دفن ہوئے تو حضرت
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا عائشہ یہ
تیرے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ آج پہلا چاند تیرے
حجرے میں جلوہ گر ہوا۔ بعد ازاں جب صدیق اکبر
اور فاروق اعظم اس حجرے میں دفن ہوئے تو
خواب کی تعبیر مکمل ہوئی۔

سیر اعلام النبلاء میں علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ایک
روایت نقل کی ہے جس میں رسول صلی اللہ علیہ
وسلم نے اشاد فرمایا ((لا یقبض النبی الا فی احب
الامکتبة الیہ)) ” نبی کی روح اس کی پسندیدہ جگہ
میں قبض کی جاتی ہے۔ ”

اس سے ثابت ہوا رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کو سیدہ عائشہ کا حجرہ سب سے زیادہ پسند تھا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے
17 رمضان المبارک بروز منگل 58 ہجری کو
چھیاسٹھ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک
کہتے ہوئے جنت الفروس کی راہ لی۔ ((انا اللہ وانا الیہ
راجعون))

آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ حضرت
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ دفن
کرنے سے پہلے عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمن بن
ابی بکر صدیق اور عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی ابکر
صدیق قبر میں اترے اور اپنے ہاتھوں سے امالمؤمنین
کو لحد میں اتارا۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔